هٰذا بلاغ للناس

دارالعلوم کراچی کا ترجمان

البلاغ

جلد ۲۰ — جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ جنوری/فروری ۱۹۸۶ء — شمارہ ۵

* نگراں:

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی

* مدیر:

محمد تقی عثمانی

* ناظم:

فاروق القاسمی ایم اے (عثمانیہ)

سالانہ بدل اشتراک: بیرون ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک و رجسٹری

● ریاست ہائے متحدہ امریکہ ۲۱۰/ روپے ● برطانیہ۔ جنوبی افریقہ۔ ویسٹ انڈیز۔ برما۔ انڈیا۔ بنگلہ دیش۔ تھائی لینڈ۔ ہانگ کانگ نائیجیریا۔ آسٹریلیا۔ نیوزی لینڈ ۱۶۰/ روپے ● سعودی عرب۔ عرب امارات۔ مسقط۔ بحرین۔ عراق۔ ایران۔ مصر کویت / ۱۳۰ روپے

خط و کتابت کا پتہ: ماہنامہ "البلاغ" دارالعلوم کراچی ۱۴ فون نمبر: ۳۱۱۲۱۷

ترتیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر و فکر:

حمد و ستائش اس ذات کیلئے جس نے اُس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا
اور
درود و سلام اُس کے آخری پیغمبر پر جنھوں نے دُنیا میں حق کا بول بالا کیا۔

(آخری قسط)

ہمارے میزبان درست کہتے تھے کہ چین جیسے ملک کے لئے نو دِن کی مدّت بالکل ناکافی ہے، ہمیں اپنے دَورے میں یہ حقیقت کھلی آنکھوں نظر آگئی، اسکے باوجود نو دن کا یہ طوفانی دَورہ بڑا پُرکیف، خوشگوار، معلومات افزا اور مفید رہا۔

سب سے پہلے تو اس دورے سے چین کے مسلمانوں کے بارے میں وہ معلومات حاصل ہوئیں جن کا دُور بیٹھ کر حاصِل ہونا مشکل تھا، دوسرے ۱۹۴۹ء کے بعد سے چین جس طرح ایک عالمی قوّت کی حیثیت سے اُبھرا ہے، اور اس نے تھوڑی مدّت میں عالمی برادری کے اندر جو نمایاں مقام حاصل کیا ہے، اس کے پیشِ نظر اس ملک کے حالات کا کچھ مطالعہ کرنے کا موقع ملا، تیسرے یہ ملک اشتراکیت، بلکہ کمیونزم کی دوسری بڑی تجربہ گاہ تھا، اور اس میں کمیونزم کے تجربے کے نتائج کا بھی فی الجملہ علم ہوا۔ میں آخر میں انہی تین حیثیتوں سے اپنے اجمالی تأثرات بالاختصار عرض کرنا چاہتا ہوں۔

چین میں اشتراکیت کا تجربہ:

۱۹۴۹ء سے پہلے چین غیر ملکی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں سے خانہ جنگی، انتشار اور بدنظمی کا شکار تھا، اگرچہ پورے چین پر کسی غیر ملکی طاقت کا تسلط نہیں تھا، لیکن استعماری طاقتوں نے اُسے اس طرح اپنے زیرِ اثر لیا ہوا تھا کہ وہ معنوی اعتبار سے ان کی ایک کالونی بنکر رہ گیا تھا۔ ان حالات میں ماؤزے تنگ اور اس کے رفقاء نے پیہم جدوجہد کے بعد چین میں کمیونسٹ انقلاب برپا کیا، اور ۱۹۴۹ء میں موجودہ "عوامی جمہوریہ چین" کا قیام عمل میں آیا۔

ماؤزے تنگ کٹر کمیونسٹ خیالات کا حامی اور مارکسزم کا اس درجہ علمبردار تھا کہ اس کی شہرۂ آفاق "لال کتاب" میں متعدد مقامات پر روس کے خرشچیف کو "رجعت پسند" اور "بورژوا" طاقتوں کا دلال قرار دیا گیا ہے۔ گویا ماؤزے تنگ کے خیال میں روس مارکسزم کے راستے پر ٹھیک نہیں چلا، بلکہ چین نے مارکس کے نظریات کو ٹھیک ٹھیک بر سرِ کار لانے کا علم اٹھایا تھا۔ چنانچہ ماؤزے تنگ نے برسرِ اقتدار آنے کے بعد سے اپنی وفات (۱۹۷۸ء) تک ملک میں ٹھیٹھ اشتراکی نظامِ زندگی قائم کرنے کے لئے قولی اور عملی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ چنانچہ تعلیم و تبلیغ اور تعمیرِ ذہن سے لیکر جبر و تشدد تک کوئی طریقہ ایسا نہیں ہے جو ماؤزے تنگ اور اس کے ہم خیال رفقاء نے چین میں نہ آزمایا ہو۔

۱۹۴۹ء کے بعد رفتہ رفتہ اشتراکی فلسفے کے مطابق ملک کے تمام وسائلِ پیداوار سرکاری تحویل میں لئے گئے۔ کئی مرتبہ مختلف انداز سے "زرعی اصلاحات" نافذ کی گئیں، اور بالآخر ۱۹۵۸ء میں پورے ملک میں "کمیون سسٹم" قائم کردیا گیا، جس کے تحت کوئی زمین کسی کی نجی ملکیت میں نہیں رہی، چھوٹے چھوٹے کاشت کاروں کے پاس جو چھوٹے چھوٹے قطعات نجی ملکیت میں باقی رہ گئے تھے، وہ بھی ان سے ضبط کرکے "کمیون" کو دیدیئے گئے، اور اب کاشتکار کی حیثیت ایک مزدور کی رہ گئی۔

دیہی آبادی کو مختلف "کمیونوں" میں تقسیم کرکے انہیں مشترک طور پر زراعت کرنے کا پابند بنایا گیا۔ ان مشترک زرعی فارموں سے جو پیداوار حاصل ہوتی اس کا کچھ حصہ حکومت کو جاتا، باقی پیداوار کا ۸۰ فیصد کمیون کی ملکیت ہوتا جس سے علاقے کے ترقیاتی کام بھی کئے جاتے تھے، اور اسے کمیون کے افراد میں بطور اُجرت تقسیم بھی کیا جاتا تھا، اور ۲۰ فیصد صرف کام کرنے والے افراد کو ان کے کام کے حساب سے دیا جاتا تھا۔

اسی طرح تمام صنعتیں سرکاری ملکیت قرار دی گئیں، ان میں کام کرنے والے اپنی محنت کے حساب سے تنخواہ کے حق دار ہوتے، لیکن کاروبار کا منافع تمام تر حکومت کے پاس جاتا تھا۔

۱۹۶۶ء تک اس نظام کو ملک میں کامیاب بنانے کی کوششیں جاری رہیں، لیکن اشتراکی نظام کا ایک لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چونکہ تمام وسائل پیداوار حکومت کے کنٹرول میں آجاتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ حکومت سرکاری ملازمین ہی کے ذریعے چلائی جاتی ہے، اس لئے سرکاری ملازمین کی بدعنوانیوں

اوران کی مطلق العنانی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔
دوسری طرف "کمیون سسٹم" کے مذکورہ بالا طریقِ کار میں پیداوار بڑھانے کیلئے کماحقہ محنت کا جذبہ سرد پڑجاتا ہے۔
تیسری طرف صنعتی پیداوار پر بھی ذاتی منافع کے محرک کے فقدان کی بنا پر مُضر اثر مرتب ہوتا ہے اس لئے حقیقی پیداوار منصوبہ بندی کا ساتھ نہیں دیتی۔
چوتھے جن کاشتکاروں کو ابتدا میں یہ سبز باغ دکھایا جاتا ہے کہ ملک کی ساری زمینیں تمہاری ملکیت ہوجائیں گی، جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ عملاً وہ چھوٹے چھوٹے کھیتوں کی ملکیت سے بھی محروم ہوگئے ہیں، اوراب اُن کی آمدنی کا تمامتر تعین حکومت کے ہاتھ میں ہے، جو سرکاری ملازمین کے توسط سے بدعنوانیوں کا ارتکاب بھی کرتی ہے، تو ان کے درمیان اس نظام کے خلاف مزاحمت کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔
یہ تمام مسائل چین میں بھی پیش آئے جنہیں حل کرنے کے لئے ابتدا میں لوگوں کے اندر ایک "قومی جذبہ" اور "اشتراکی انقلاب" کی رُوح پھونکنے پر زور دیا گیا، تاکہ اس جذبے کے ذریعے مذکورہ بالا خرابیوں کو کچلا جاسکے، چنانچہ تعلیمی اداروں سے لیکر لوگوں کے گھروں تک "اشتراکی انقلاب" سے محبّت اور اس کے لئے خلوص پیدا کرنے کی تبلیغی مُہم چلائی گئی، بیرونی اثرات کو اندر داخل ہونے سے روکنے کیلئے سخت قوانین بنائے گئے، پورا نظامِ زندگی ایسا بنانے کی کوشش کی گئی جس میں سادگی، قناعت پسندی اور حبِّ وطن کو فروغ ملے، اور اشتراکی انقلاب کے ساتھ محبت پیدا ہو۔
لیکن ۱۹۶۶ء تک ان تمام تجربات سے گذرنے کے بعد حکومت کو یہ احساس ہوا کہ وہ نوکرشاہی پر قابو پانے میں پوری طرح کامیاب نہیں ہوسکی، دوسری طرف پیداوار میں بھی متوقع ہدف کے مطابق اضافہ نہیں ہوسکا، اور ان دونوں باتوں کے لازمی نتیجے کے طور پر عوام میں بھی اس نئے نظام سے بددِلی پیدا ہوچلی ہے۔

ثقافتی انقلاب:

چنانچہ ۱۹۶۶ء میں ماؤزے تنگ، لن پیاؤ اور ان جیسے انتہا پسند لوگوں نے ایک گہرے آپریشن کا فیصلہ کیا۔ اس گہرے آپریشن کا نام "ثقافتی انقلاب کی تحریک" تھا۔ اس تحریک کے مقاصد بڑے متنوع تھے، لیکن بنیادی طور پر اس کا مقصد پُرانی نوکرشاہی سے نجات حاصل کرکے ایسی قیادت کو اُبھارنا تھا جو اشتراکیت کے ساتھ پوری طرح متفق اور اس کے رنگ میں پوری طرح رنگی ہوئی ہو۔ اس غرض کے لئے عوام میں ایک مرتبہ پھر انقلابی رُوح پھونکنے کی کوشش کی گئی، طلبہ کو ریڈ گارڈز بناکر انہیں بڑے وسیع اختیارات دیئے گئے، عوام سے کہا گیا کہ وہ لوکل باڈیز سے "رجعت پسندوں" اور "بورژوا طبقے" کے حامیوں کو نکال پھینکیں، اور نعرہ یہ دیا گیا کہ "ثقافتی انقلاب" کی تحریک چار پُرانی چیزوں (پرانے نظریات،

پُرانی ثقافت، پُرانے رسم ورواج اور پُرانی عادتوں[1]) کے خلاف ایک کھلی جنگ ہے، جس میں ہر شخص کو حصہ لینا ہے۔ گویا عوام کے سامنے اس انقلاب کا پروگرام مختصراً یہ تھا کہ ؏

جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے مٹا دو

جب یہ تحریک چلنی شروع ہوئی تو اس کے ذریعے پورا ملک لاقانونیت، انارکی اور انتشار کی آماجگاہ بن گیا۔ بستی بستی لوکل باڈیز سے پُرانے افراد کو نکالنے کی جدوجہد شروع ہوئی۔ تو وہ لوگ مزاحم ہوئے، اور یہ کشمکش بہت سی جگہوں پر خونی تصادم کی صورت اختیار کرگئی۔ جو لوگ تحریک کے کرتا دھرتا تھے، وہ اس تحریک کو اپنے سیاسی حریفوں اور ذاتی دشمنوں کے خلاف ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے رہے۔ "ریڈ گارڈز" نے جس شخص کو چاہا "رجعت پسند"، "انقلاب دُشمن" اور "سامراج کا ایجنٹ" قرار دیکر اس کے گھر پر دھاوا بول دیا، اس کی املاک لوٹ لیں، اُسے اور اس کے گھر کے افراد کو جیل میں بند کرواکر انسانیت سوز اذیت رسانی کا نشانہ بنایا۔ اسی دَور میں تمام مذہبی سرگرمیاں ممنوع قرار دیدی گئیں، مسجدوں اور دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کو نہ صرف بند کردیا گیا، بلکہ ان کو تباہ کرنے کی بھی کوشش کی گئی، مذہبی کتابوں کا گھر میں رکھنا جُرم قرار پایا، اور جو لوگ گھروں کی تلاشی کا وسیع اختیار لیکر گھر گھر گھوم رہے تھے، انہیں اگر کسی گھر میں قرآن شریف کے ایک نسخے کا بھی سُراغ لگ گیا تو انہوں نے بعض جگہ پورے خاندان کو تباہ کرڈالا۔ غرض قتل و غارت گری، بدامنی، خانہ جنگی، اور فوضویت کا ایک طوفان تھا جس نے ملک بھر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، بیشتر تعلیمی ادارے بند ہوگئے، تعلیم کا سلسلہ ختم ہوگیا، پیداوار تشویشناک حد تک گھٹ گئی، یہاں تک کہ اشیاء خورد و نوش کی قلت ایک دردِ سر بن گئی، ایک پاؤ گوشت بازار سے خریدنے کیلئے بھی سرکاری کوپن ضروری تھا، اور یہ کوپن لیکر بھی لمبی لمبی قطاروں میں لگنے کے بعد پاؤ بھر گوشت ملتا تھا۔

پارٹی کے لیڈروں میں ایک نسبتہً اعتدال پسند گروپ اس ساری لاقانونیت کے خلاف تھا، اور اس میں ملک کی تباہی دیکھ کر اعتدال کا رویہ اختیار کرنا چاہتا تھا، اس گروپ میں لیوشاؤچی، ڈینگ ژیانگ پنگ اور چواین لائی وغیرہ شامل تھے۔ لیکن ماؤزے تنگ اُس وقت عمر کے تقاضے سے بڑی حد تک ازکار رفتہ ہوچکا تھا، اور اس کے فیصلوں پر وہ انتہا پسند ٹولہ مسلط تھا جسمیں خود اس کی بیوی جیانگ چنگ، اُس کا دستِ راست لن پیاؤ[2] اور ان دونوں کے دوسرے رفقاء شامل

---

[1] "چار پُرانی چیزوں" (Four Olds) کے خلاف یہ قرارداد ۱۹۶۶ء میں کمیونسٹ پارٹی کی آٹھویں مرکزی کمیٹی کے گیارھویں اجلاس میں منظور کی گئی تھی۔

[2] "ماؤزے تنگ" کے ساتھ لن پیاؤ کی حیثیت کچھ ایسی ہی تھی جیسے کارل مارکس کے ساتھ فریڈرک اینجلز کی۔ ماؤ کی لال کتاب پر پیش لفظ بھی "لن پیاؤ" ہی نے لکھا ہے، اور وہ ماؤ کا نمبر ۲ سمجھا جاتا تھا، لیکن قدرت کے فیصلے عجیب و غریب ہیں۔ ثقافتی انقلاب کی (باقی اگلے صفحہ پر)

تھے، ان لوگوں نے اعتدال پسند گروپ کو بھی "انقلاب دشمن" قرار دیکر سازشوں کا نشانہ بنایا، لیوشاؤچی کو قتل کروایا، ڈینگ زیاؤ پنگ اور اس کے رفقاء کو قید و بند کی صعوبتوں سے گذارا، چواین لائی کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کیں، اور ان مقاصد کیلئے سینکڑوں انسانوں کے خلاف بہیمانہ ظلم و ستم کا مظاہرہ کیا۔

۱۹۷۵ء میں وزیر اعظم چواین لائی کا انتقال ہوا تو اس گروپ کو مزید کھل کھیلنے کا موقع ملا، لیکن عوام ثقافتی انقلاب کی تباہ کاریوں سے عاجز آچکے تھے، چنانچہ اگلے سال اپریل ۱۹۷۶ء میں آنجہانی چواین لائی کی برسی منانے کے لئے لاکھوں کا مجمع بیجنگ کے پیپلز اسکوائر (تھیان آن من) اور بعض دوسرے شہروں میں جمع ہوگیا جس نے پہلی بار "چار کے ٹولے" کے خلاف عوامی طور پر صدائے احتجاج بلند کی۔ انتہا پسند گروپ نے اسے اپنے حق میں خطرے کی گھنٹی سمجھ کر اس مجمع کے خلاف تشدد کی کارروائیاں کیں، اور اخبارات کے ذریعے ان کے خلاف نفرت انگیزی کی مہم چلائی۔ لیکن عوامی اضطراب انتہا کو پہنچ چکا تھا، اگست ۱۹۷۶ء میں ماؤزے تنگ کا انتقال ہوا تو ہواکوفنگ کو اس کا جانشین چیئرمین مقرر کیا گیا۔ ہواکوفنگ اعتدال پسندوں میں شامل تو نہ تھا، بلکہ کہا جاتا ہے کہ ماؤزے تنگ نے اپنے بعد اس کی جانشینی کے اشارے بھی دیئے تھے، لیکن اعتدال پسند گروپ رفتہ رفتہ اس کو انتہا پسندی کے خلاف کچھ اقدامات کا قائل کرنے میں کامیاب ہوگیا، اور "ثقافتی انقلاب" کی تحریک ختم ہوگئی۔

جب "ثقافتی انقلاب" کا سرسام سروں سے اُترا اور خود پارٹی کے رہنماؤں نے اس کے نتائج پر نگاہ بازگشت ڈالی تو اس دور کا حاصل چار سُو پھیلی ہوئی تباہی کے سوا کچھ نہ تھا۔ عوام پہلے ہی اس دَور سے بیزار ہوچکے تھے، اس لئے اعتدال پسند گروپ رفتہ رفتہ صورتِ حال میں اصلاحات لانے کی پالیسی منوانے کے لائق ہوگیا۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۷۸ء میں کمیونسٹ پارٹی کی گیارھویں کانگریس کا تیسرا اجلاس منعقد ہوا، جس میں کھلے بندوں اعتراف کیا گیا کہ ماؤزے تنگ کی بہت سی پالیسیوں سے چین کو شدید نقصان پہنچا ہے، اور اب دورِ اصلاح کی ضرورت ہے، اسی پر بس نہیں، بلکہ اس اجلاس میں ہواکوفنگ کو بھی چیئرمین شپ سے ہٹاکر پریمیئر بنادیا گیا، کہا جاتا ہے کہ اس کی وجہ بھی یہ بیان کی گئی کہ اس نے اپنی پالیسیوں میں ماؤ کی تقلید کی کوشش کی تھی۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ سے پیوستہ) افراتفری کے دوران ایک وقت ایسا بھی آیا کہ "لن پیاؤ" نے ماؤ کا تختہ الٹنے کیلئے اندر اندر سازش تیار کی، اور اس کے قتل کا منصوبہ بنایا، اتفاق سے یہ منصوبہ ناکام ہوگیا، اور اس وقت کے وزیر اعظم چواین لائی کو اس سازش کا پتہ ہوگیا تو لن پیاؤ اپنے گھر والوں کے ساتھ ایک جہاز میں سوار ہوکر خفیہ طور سے فرار ہوگیا۔ اس کی گمشدگی ایک معمہ بنی رہی، بعد میں پتہ چلا کہ وہ جس جہاز میں سوار ہو کر روانہ ہوا تھا، وہ ایک فضائی حادثے کا شکار ہوگیا، اور اس کا تباہ شدہ ملبہ منگولیا کے علاقے میں دریافت ہوا۔

اس موقع پر اعتدال پسند گروپ (جس میں ڈینگ زیاؤپنگ کی شخصیت سب سے نمایاں تھی) اپنے قدم اچھی طرح جما چکا تھا، چنانچہ نومبر ۱۹۸۰ء میں انتہا پسند گروپ کے دس سرکردہ رہنماؤں کے خلاف ایک اسپیشل کورٹ میں تاریخی مقدمہ چلا، جسے تاریخ چین کا سب سے اہم مقدمہ کہا جاتا ہے، اس مقدمے میں چار کے ٹولے، ماؤ کی بیوہ جیان چنگ، اور لن پیاؤ کے دھڑوں کے ممتاز ترین رہنما شامل تھے۔ ان سب لوگوں پر الزامات یہ تھے کہ انہوں نے اپنی پوزیشنوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے قتل وغارت گری، صریح فراڈ، دھوکہ بازی، جعلسازی اور سفاکانہ مظالم کا ارتکاب کیا۔

اس مقدمے کو عدالت ہائے عالیہ کے سینتیس ۳۷ ججوں پر مشتمل ایک بنچ نے سُنا۔ دس ممتاز وکلاء نے ملزموں کا دفاع کیا۔ کھلی عدالت میں یہ مقدمہ ایک مدت تک چلتا رہا۔ بالآخر ۲۳ جنوری ۱۹۸۱ء کو عدالت نے متفقہ طور پر ان تمام ملزموں کو مجرم قرار دیا، اکثر ملزموں کو ۱۶ برس سے لیکر ۲۰ سال اور عمر قید کی سزا ہوئی، اور انہیں سیاسی حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ ماؤ کی بیوی جیان چنگ کو دو سال کی مہلت کے ساتھ سزائے موت سنائی گئی، جو بعد میں عمر قید کے اندر تبدیل کر دی گئی۔

اس مقدمے کی کارروائی انگریزی زبان میں بیجنگ کے نیو ورلڈ پریس سے شائع ہو گئی ہے، کتاب کا نام "چینی تاریخ کا ایک عظیم مقدمہ" ("A Great Trial in Chinese History") ہے۔ یہ کتاب "ثقافتی انقلاب" کے دور کی تباہکاریوں کا ایک دستاویزی مرقع ہے، اور احقر نے اپنے اس مضمون میں بہت سی معلومات اسی کتاب سے اخذ کی ہیں۔ اس کتاب کے مقدمے میں پروفیسر فے زیاؤ تنگ (Fei Hsiao Tung) جو اس مقدمے میں بطور جج شامل تھے، لکھتے ہیں:۔

> "جو مقدمہ ہمارے پیشِ نظر تھا، اس کا ایک بڑے سیاسی مسئلے۔ یعنی ثقافتی انقلاب سے گہرا تعلق تھا۔ مدعا علیہم پر جن جرائم کا الزام عائد کیا گیا، ان کا ارتکاب ثقافتی انقلاب کے دوران، اور اسی کی آڑ میں کیا گیا تھا۔ یہ بات تو اب عیاں ہو چکی ہے کہ "ثقافتی انقلاب" چینی عوام کیلئے ایک رعایت ناآشنا تباہی بنکر آیا تھا، اور اس نے چینی عوام اور چینی قوم کو جو زخم لگائے ہیں وہ ابھی تک ہرے ہیں۔
>
> اس انقلاب سے سبق سیکھنے، اور اس کی ذمہ داریاں متعین کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ جن عناصر نے اس تباہ کاری میں حصہ لیا، اُن کا ٹھیک ٹھیک معائنہ اور تجزیہ کیا جائے۔ سب سے پہلے یہ امتیاز پیدا کرنا ضروری ہے کہ کونسی چیزیں "سیاسی نوعیت کی غلطیاں" تھیں، اور کونسے کام "قانون کی مجرمانہ خلاف ورزیوں" کی تعریف میں آتے ہیں۔
>
> "ثقافتی انقلاب کی سیاسی غلطیوں کی سنگینی اب کوئی راز نہیں رہی، نیشنل پیپلز کانگریس کی مجلس قائمہ کے چیئرمین کی حیثیت میں سٹرتی جیان ینگ نے عوامی جمہوریہ چین کی تیسویں سالگرہ کے موقع پر اکتوبر ۱۹۷۹ء میں کہا تھا کہ: "جس وقت ثقافتی

انقلاب کی مہم شروع کی گئی، اُس وقت پارٹی اور مُلک کے اندر کے حالات کے جو اندازے لگائے گئے تھے، وہ حقیقت کے برخلاف ثابت ہوئے، اس وقت 'رجعت پسندی' کی کوئی واضح تعریف نہیں دی گئی، اور ایک غلط پالیسی اور جد وجہد کا بالکل غلط طریقہ اختیار کر لیا گیا، جو جمہوری مرکزیت کے اصول سے کلی طور پر منحرف تھا۔"

چین کی کمیونسٹ پارٹی آجکل اُن تجربات کا خلاصہ نکالنے میں مصروف ہے جو ۱۹۴۹ء میں عوامی جمہوریہ چین کے قیام کے بعد سے ابتک ہمیں حاصل ہوئے ہیں، نیز وہ ان تجربات سے سبق بھی حاصل کرنا چاہتی ہے، اور اس کے اس عمل میں ثقافتی انقلاب کے فوائد و نقصانات کا اندازہ بھی شامل ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ تجربات اور اندازے جلد ہی منظر عام پر آجائیں گے۔

"ثقافتی انقلاب" جن وجوہ کی بنا پر اس قدر تباہ کُن ثابت ہوا۔ ان میں ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے ایک گروہ کو ثقافتی انقلاب کے دوران جو قوت حاصل ہوگئی تھی، اُس کو اس نے پارٹی اور ملک دونوں کے اقتدارِ اعلیٰ پر قبضہ کرنے کیلئے استعمال کیا، اور اس غرض کیلئے ہر قانونی اور غیر قانونی، اخلاقی اور غیر اخلاقی طریقہ استعمال کیا..... یہ لوگ مجرم تھے، یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے فوجداری قوانین کی صریح خلاف ورزی کی، اس لئے یہ اُن لوگوں سے بنیادی طور پر مختلف ہیں جن سے سیاسی غلطیاں سرزد ہوئیں۔"

(A Great Trial in Chinese History P. 1,2)

اس مقدمے نے 'ثقافتی انقلاب' کی تباہ کاریوں کو پوری طرح الم نشرح کردیا۔ جو لوگ اس مقدمے میں صرف غلط کار نہیں، بلکہ مجرم ثابت ہوئے، وہ سزایاب ہو کر چین کے سیاسی منظر سے غائب ہوگئے، اور اس طرح انتہا پسند گروہ اور کمزور پڑ گیا۔[1]

۱۹۸۲ء میں کیمونسٹ پارٹی کی بارھویں کانگریس منعقد ہوئی۔ اس موقع پر چین کے سیاسی اور معاشی نظام میں بڑی انقلابی تبدیلیاں لائی گئیں، سیاسی طور پر کیمونسٹ پارٹی کے چیئرمین کا عہدہ سرے

---

[1] یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس مقدمے میں ماؤ کی بیوہ جیانگ چنگ کے سوا اکثر ملزموں نے اپنے بیشتر جرائم کا بالآخر اعتراف کیا، ان میں سے بعض نے اظہارِ ندامت کے ساتھ اپنے آپ کو صریح لفظوں میں مستحقِ سزا قرار دیا، یہاں تک کہ ان کے وکلاء صفائی ان کے اظہارِ ندامت کی بنیاد پر سزا میں تخفیف کے سوا کوئی اور موقف اختیار نہ کرسکے۔

سے ختم کر دیا گیا، اور اس کی جگہ سیکریٹری جنرل کا عہدہ رکھا گیا، اور اس طرح پارٹی کے ڈھانچے پر جو شخصی چھاپ تھی، اُسے ختم کر کے اجتماعی قیادت کا آغاز کیا گیا۔ دستور میں دہریت کی طرف جو میلان تھا، اُسے ختم کر کے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی کی تاکید کی گئی، اس کے علاوہ اسی کانگریس نے ہواکوفنگ کو (جو ماؤ کا جانشین سمجھا جاتا تھا، اور جسے چیئرمین شپ سے پہلے ہی ہٹا دیا گیا تھا) پریمیئر شپ سے ہٹا دیا، اور اس طرح انتہا پسند گروپ کے ممکنہ اثرات مزید کمزور پڑ گئے ــــ اس کے علاوہ اسی زمانے سے "کھلے دروازے کی پالیسی" اختیار کیگئی، اور غیر ملکیوں کی آمد پر لگی ہوئی پابندیوں کو بہت نرم کر دیا گیا۔

معاشی اعتبار سے یہ زبردست انقلاب آیا کہ دیہات میں کیمون سسٹم کو بالکل ختم کر دیا گیا، اور ملک بھر میں ۵۴ ہزار سے زائد جو کیمون قائم تھے، اُن سب کو ختم کر کے "اجتماعی ذمہ داری" (Collective Responsibility) کا ایک نیا نظام جاری کیا گیا۔ اس نظام کے تحت دیہات کے ہر کنبے کو اس کے افرادِ خاندان کے لحاظ سے ایک قطعۂ زمین کاشت کیلئے دیدیا جاتا ہے، حکومت پیداوار کا ایک معین ہدف (مقدار کے لحاظ سے) مقرر کر دیتی ہے کہ اتنی مقدار حکومت کو دینی ہوگی، اس کے بعد باقی پیداوار کاشتکاروں کی اپنی ملک سمجھی جاتی ہے، جسے وہ اپنی مرضی سے فروخت کر کے اس پر نفع کما سکتے ہیں۔

گویا اب حکومت اور کاشتکار کا رشتہ زمیندار اور مزارع کا سا ہے، حکومت زمیندار ہے، اور کاشتکار مزارع، فرق یہ ہے کہ ہمارے نظامِ مزارعت میں دونوں فریقوں کا حق متناسب حصوں (تہائی یا چوتھائی یا نصف) کی شکل میں مقرر ہوتا ہے، اور وہاں حکومت نے اپنا حصہ ایک معین مقدار کی شکل میں طے کر رکھا ہے (جو فقہ اسلامی کے تحت مزارعت کی فاسد صورت ہوتی ہے)۔

دوسری طرف صنعت و تجارت میں یہ انقلابی تبدیلی آئی ہے کہ اب محدود سطح پر نجی سرمایہ کاری کی اجازت دی جانے لگی ہے، یہاں تک کہ غیر ملکی سرمایہ کاروں کو بھی ملک میں سرمایہ لگانے کی دعوت دی گئی ہے، ایک حد تک ذاتی منافع کے محرک کو پیداوار بڑھانے کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے، اور اس غرض کے لئے رسد و طلب کی قوتوں (Market Forces) کو بھی متحرک کیا گیا ہے۔

جون ۱۹۸۴ء سے صنعتوں میں بھی زراعت کی طرح "ذمہ داری" کا نظام نافذ کر دیا گیا ہے، جس کا خلاصہ برٹانیکا ایئر بک ۱۹۸۴ء میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:۔

> "جون میں سرکاری ملکیت کی تمام صنعتوں کو باقاعدہ سرکاری طور پر اپنے نفع اور نقصان کا ذمہ دار بنا دیا گیا ہے، اب ایک فیکٹری کو اپنا تمام منافع حکومت کو حوالہ کرنے کے بجائے اپنے منافع پر حکومت کو ٹیکس ادا کرنا ہوگا، اور باقی منافع مزدوروں کو بونس دینے اور سرمایہ کاری کے دیگر فیصلوں پر رکھنے اور ان سے ان کی کارکردگی کے معیار کے لحاظ سے معاملات طے کرنے کے لئے ایسے نئے اختیارات دیئے گئے ہیں جو اہمیت کے حامل ہیں۔"

(Britannica Year Book 1984 "China" P.235)

آجکل چین میں پالیسی کی ان تبدیلیوں کو "اصلاحات" کا عنوان دیا جارہا ہے، اور "اصلاحات" کا یہ سلسلہ ابھی جاری ہے، اور پروفیسر فے ژیاؤ تنگ کے الفاظ میں یہ "۱۹۴۹ء سے لیکر موجودہ دور تک کے عملی تجربات سے حاصل ہونے والے سبق" کا نتیجہ ہیں۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ان پالیسیوں کے نتیجے میں پیداوار میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوا ہے، اور کسانوں کی آمدنی میں بھی۔

یہ ہے چین میں اشتراکی تجربے کی چھتیس سالہ تاریخ کا انتہائی مختصر خلاصہ۔ اس خلاصے سے چند امور بالکل واضح ہیں :-

(۱) چینی قوم میں اپنی غلطیوں کے اعتراف، ان کے حقیقت پسندانہ جائزے اور اس کے مطابق اپنی پالیسیوں میں تبدیلی لانے کا حوصلہ موجود ہے، جس کا مظاہرہ وہ پچھلے تقریباً نو سال سے کر رہی ہے۔

(۲) وہ ٹھیٹھ اشتراکی تصورات جن کو روایتی طور پر اشتراکیت کے بنیادی پتھر کہا اور سمجھا جاتا تھا، چین میں ان کا عملی تجربہ کامیاب نہیں ہوسکا، اور اسی بنا پر باوجودیکہ چین اب بھی ایک کیمونسٹ ریاست ہے، وہاں معیشت کے نظام میں رفتہ رفتہ ایسی اصلاحات کی جارہی ہیں جو کیمونزم کے روایتی تصورات سے خاصی مختلف ہیں۔

(۳) "ثقافتی انقلاب" طبقاتی جنگ کا ایک مثالی مظاہرہ تھا جس کی پشت پر بڑی مستحکم طاقت موجود تھی، لیکن وہ چین کو رستے ہوئے زخموں کے سوا کچھ نہ دے سکا۔

واقعہ یہ ہے کہ چین میں اشتراکی تجربے کی چھتیس سالہ تاریخ تحقیق و نظر کا بڑا دلچسپ موضوع ہے، جس پر احقر کے علم میں ابتک عالمِ اسلام میں کسی نے محققانہ انداز سے قلم نہیں اٹھایا۔ احقر کی رائے میں وقت کی شدید ضرورت ہے کہ اس تاریخ کا تفصیلی مطالعہ کرکے اس کے نتائج علمی انداز میں منظرِ عام پر لائے جائیں، تاکہ ان سے پوری دنیا مستفید ہوسکے۔

یہ مختصر سفرنامہ کسی تحقیقی مقالے کا متحمل نہیں، اور نہ احقر کے لئے نو دنوں کے اس طوفانی دورے میں یہ ممکن تھا کہ تمام متعلقہ پہلوؤں کا پوری ذمہ داری اور دقتِ نظر سے جائزہ لے سکے، لیکن ایک عام قاری کیلئے حالات کا ایک اجمالی خاکہ احقر نے پیش کر دیا ہے، جو انشاء اللہ فائدے سے خالی نہیں ہوگا۔ تاہم اگر یہ خاکہ کسی باہمت محقق کے دل میں اس موضوع پر تفصیلی کام کرنے کی تحریک پیدا کرسکے تو میں سمجھوں گا کہ اس مختصر مضمون نے بڑی خدمت انجام دی ہے۔ و ما ذلک علی اللہ بعزیز۔

عام نظامِ زندگی :

یہ تو تھا چین میں اشتراکی نظام کا ایک مختصر جائزہ۔ لیکن چینی عوام میں بعض خوبیاں ایسی نظر

آئیں جو بلاشبہ قابلِ رشک ہیں، اور غالباً وہی خوبیاں ایسی ہیں جن کی بنا پر یہ ملک اندرونی خلفشار کے شدید جھٹکے سہنے کے باوجود ترقی کے راستے پر گامزن ہے۔

ان میں سے پہلی خوبی اس قوم کا سادہ طرزِ زندگی ہے، چین میں جہاں جہاں ہمارا جانا ہوا۔ وہاں یہ بات نمایاں طور پر محسوس ہوئی کہ حکومت اور عوام دونوں کی اصل توجہ نمود و نمائش اور ظاہری ٹیپ ٹاپ کے بجائے پائیدار ترقیاتی کاموں کی طرف ہے۔ میں شروع میں لکھ چکا ہوں کہ بیجنگ جیسے مرکزی شہر میں رات کے وقت روشنیوں کا انتظام بس ضرورت کے مطابق ہے۔ شہر بھر میں کہیں کوئی نیون سائن احقر کو نظر نہیں آیا۔ اس کے علاوہ پبلسٹی اور اشتہارات کا وہ طوفان جو سرمایہ دارانہ نظام سے متأثر ملکوں میں تمدن کی لازمی خصوصیت بن کر رہ گیا ہے، یہاں وہ بھی مفقود ہے۔ سڑکوں پر اکا دکا اشتہاری سائن بورڈ نظر آتے ہیں، لیکن ان میں بھی سادگی کا پہلو نمایاں ہے۔ بیجنگ خاصا صاف ستھرا شہر ہے، سڑکیں کافی کشادہ ہیں، اور ان کی کشادگی کے باعث یہ محسوس نہیں ہوتا کہ یہ ایک کروڑ آبادی کا شہر ہے، لیکن محلاتی طرز کی عمارتیں اور رہائشی بنگلے بہت کم ہیں۔ زیادہ تر متوسط درجے کے فلیٹ ہیں اور انتہائی خستہ حال مکانات کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔

لوگوں کا لباس بھی عموماً سادہ اور بڑی حد تک ایک جیسا ہے، خاص طور پر کانسو اور چھینگ ہائی کے صوبوں میں یہ بات محسوس ہوئی کہ عوام اور سرکاری عہدہ داران کے درمیان فاصلے زیادہ نہیں ہیں، سرکاری حکام عوام میں ملے جلے رہتے ہیں۔ لن شا پریفیکچر کے کمشنر اور ڈپٹی کمشنر جو دو روز مسلسل ہمارے ساتھ رہے ان کے کوٹ کے ایک حصے پر ریت جمی ہوئی تھی، اور وہ عوام کے ساتھ خاصے بے تکلف نظر آتے تھے۔ صوبہ کانسو کے ڈپٹی گورنر بھی اپنے انداز و ادا میں ایک عام آدمی محسوس ہوئے، اور ٹھاٹ باٹ کی کوئی بات نظر نہیں آئی۔ ایک ادنیٰ ملازم اور اعلیٰ افسران کی تنخواہوں میں تفاوت بھی بہت زیادہ نہیں ہے۔

اس لحاظ سے بھی چین دنیا کے ممالک میں ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے کہ ایک کروڑ آبادی کے شہر بیجنگ میں پرائیویٹ کاروں کی تعداد ابھی تک چند سو سے زائد نہیں ہوگی۔ (ایک زمانے میں تو پرائیویٹ کار رکھنے کی اجازت ہی نہ تھی، اب اجازت ملی ہے، لیکن ابھی تک شہر میں زیادہ ٹیکسیاں، سرکاری یا غیر ملکیوں کی گاڑیاں ہیں۔ چینیوں کی پرائیویٹ کاریں بہت کم ہیں۔ باقی تمام تر آبادی بسوں میں اور سائیکلوں پر سفر کرتی ہے، ہر سڑک کے دونوں کناروں پر سائیکلوں کے لئے الگ راستہ بنا ہوا ہے جس پر ہر وقت سائیکلوں کا ایک سیلاب بہتا نظر آتا ہے۔ شہر میں جگہ جگہ سائیکلیں کھڑی کرنے کے لئے مخصوص پلاٹ بنے ہوئے ہیں۔ طویل فاصلوں کی صورت میں لوگ ایک حد تک سائیکل پر سفر کر کے انہیں ان پلاٹوں میں کھڑا کر دیتے ہیں، اور باقی سفر بس سے طے کرتے ہیں۔

ٹھاٹ باٹ اور نمود و نمائش کی کمی کا ایک لازمی نتیجہ یہ ہے کہ چین میں عریانی و فحاشی کا وہ انداز نظر نہیں آتا جو مغربی ممالک کا جزوِ زندگی بن گیا ہے، بلکہ اب رفتہ رفتہ مغرب زدہ مشرقی ممالک میں

بھی بہت تیزی سے پھیل رہا ہے۔

چینی عوام کا ایک اور وصف محنت اور جفاکشی ہے، شہر ہوں یا دیہات، لوگ اپنے کاموں کی انجام دہی میں منہمک نظر آتے ہیں۔ چین مجموعی اعتبار سے ایک غریب ملک ہے، اس کے قدرتی وسائل بھی آبادی کے لحاظ سے زیادہ نہیں ہیں، حد یہ ہے کہ اس کے ۹۶ لاکھ مربع کیلومیٹر کے رقبے میں سے صرف دس فی صد حصہ کاشت کے قابل ہے، باقی حصہ یا تو پہاڑوں اور دریاؤں کے نیچے ہے، یا بے آب وگیاہ صحرا ہے، یا دوسرے جغرافیائی عوامل کے تحت ناقابلِ زراعت ہے، لیکن چین کی فی ایکڑ پیداوار پاکستان کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ یہ زیادتی کسان کی محنت اور جفاکشی کی رہینِ منت بتائی جاتی ہے۔

جن دنوں ہم بیجنگ میں تھے، وہاں تھوڑے فاصلے پر گوبھی سے بھرے ہوئے ٹرک گھوم رہے تھے، گلی گلی گوبھی کے ڈھیر لگے ہوئے تھے جن پر خریداروں کا ہجوم تھا۔ قدم قدم پر لوگ سائیکلوں اور اسکوٹروں پر بڑی مقدار میں گوبھی لیجاتے نظر آرہے تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آجکل گوبھی کی فصل کٹ رہی ہے، اور اب پوری سردی کے موسم میں شدید سردی کے باعث گوبھی کی کاشت نہیں ہوسکے گی، اس لئے لوگ اسے پورے موسم کے لئے اپنے پاس ذخیرہ کررہے ہیں۔ اس غرض کیلئے گھروں میں ایک خاص طرز کی سُرنگ سی بنا کر اس میں گوبھی کو محفوظ رکھا جاتا ہے، اور پورے موسم اسے استعمال کیا جاتا ہے۔

لانچو سے لن شا جاتے ہوئے راستے کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں میں جگہ جگہ غار اور کھدائی کے آثار نظر آئے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہاں وادیوں کی زمین کی مٹی کاشت کے لئے موزوں نہیں ہے، اس لئے کاشتکار پہاڑیوں کو کھود کر اس سے مٹی نکالتے ہیں، اور اسے ڈھو کر اپنے کھیتوں میں بچھاتے ہیں، اور پھر اس پر کاشت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ فصل کاٹنے کے بعد ان غاروں سے کھلیان کا کام بھی لیا جاتا ہے۔

کانسو اور چھینگ ہائی کے زیادہ تر دیہات بہت پسماندہ ہیں، مکانات خستہ، سڑکیں کچی اور ناہموار، باشندوں پر افلاس کے اثرات نمایاں، اور چہرے سُرخ و سفید ہونے کے باوجود برفانی موسم سے جھلسے اور کملائے ہوئے نظر آتے ہیں، لیکن ساتھ ساتھ ہر شخص جفاکشی کے ساتھ محنت میں مصروف ہے۔ سستی اور کاہلی کے آثار کہیں نظر نہیں آئے۔

چینی عوام کو ورزش کا بڑا ذوق ہے، اور فجر کے بعد بیجنگ کی سڑکوں پر نکل جائیں تو جگہ جگہ لوگوں کے جتھے کے جتھے اجتماعی طور پر ورزش کرتے نظر آتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس غرض کیلئے لوگوں نے باقاعدہ گروپ بنائے ہوئے ہیں جو کسی تجربہ کار ماہر کے زیرِ نگرانی اجتماعی طور پر ورزش کرتے ہیں۔

عام لوگوں کی تنخواہوں کا معیار کافی کم ہے، بیجنگ یونی ورسٹی کے ایک اُستاد نے بتایا کہ اُنہیں

ماہانہ ایک سو دس یوآن ملتے ہیں (جو چھ سو پاکستانی روپے سے بھی کم بنتے ہیں)، ہم نے پوچھا کہ "کیا اس رقم میں آپ کا گزارہ ہو جاتا ہے"؟ انہوں نے جواب دیا کہ: "ہم چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاتے ہیں، ورنہ خواہشات کی کوئی انتہا نہیں"۔ معلوم ہوا کہ ان کو جو فلیٹ ملا ہوا ہے، اس کا کرایہ صرف ۵ یوآن ہے، (لیکن وہ صرف پچاس مربع گز میں بنا ہوا ہے)۔ بس میں سفر کرنے کے لئے انہیں پاس ملتا ہے، علاج اور بچوں کی تعلیم مفت ہے۔ ضرورت سے زائد نئے نئے لباس بناتے پہننے کا معمول نہیں، لہٰذا یہ تنخواہ زیادہ تر اشیائے خورونوش ہی پر صرف ہوتی ہے، اور کافی ہو جاتی ہے۔

بہر صورت! سادگی، محنت و جفاکشی اور قناعت کے یہ اوصاف جو قوم بھی اختیار کرے گی، اسے یقیناً ترقی کرنے کا حق ہوگا، اور وہ ایک نہ ایک دن اقوامِ عالم سے اپنا لوہا منوا کر رہے گی۔ یہ اوصاف درحقیقت مسلمانوں کے اختیار کرنے کے تھے، اور جب تک یہ مسلمانوں میں باقی رہے، دُنیا کی کوئی قوم ان کی گرد کو نہ پہنچ سکی، لیکن جب سے ہم نے نمود و نمائش، اسرافِ بیجا، تن آسانی، اور عیش و عشرت کا وطیرہ اختیار کیا، دُنیوی عزت اور ترقی نے بھی ہم سے منہ موڑ لیا۔ اب یہ اوصاف چین نے اپنائے ہیں تو مختصر مدت میں اس نے اقوامِ عالم کی صف میں اپنا مقام بنا لیا ہے۔

مسلمانوں کا حال اور مستقبل:

مضمون کے شروع میں عرض کر چکا ہوں کہ چین میں مسلمانوں کی تعداد بظاہر پانچ کروڑ سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ کمیونسٹ انقلاب کے بعد، بالخصوص ثقافتی انقلاب کے دور میں ان حضرات نے بڑا کٹھن اور صبر آزما وقت گزارا۔ جن مدارس اور کتب خانوں کا میں نے پیچھے ذکر کیا ہے، ان سے پتہ چلتا ہے کہ انقلاب سے پہلے یہاں دینی تعلیم و تبلیغ کے بڑے بڑے مراکز قائم تھے، جو انقلاب کے بعد بند کر دیئے گئے۔ ثقافتی انقلاب کے دور میں بیشتر مسجدیں بھی بند ہو گئیں، اور قرآن کریم کے نسخے تک گھروں میں رکھنا خطرات کو دعوت دینے کے مترادف قرار پایا لیکن اللہ کے ان بندوں نے اس دور میں بھی تہ خانوں میں چھپا چھپا کر مذہبی کتابوں کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی؛ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اب ان کے لئے سہولت کی راہیں کھول دیں۔ یہ محض پروپیگنڈا نہیں، واقعی حقیقت ہے کہ اب وہاں مسلمانوں کو بڑی حد تک مذہبی آزادی مل گئی ہے، جس کی بنا پر ان کے چہرے خوشی سے کھلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مسجدیں دوبارہ تعمیر ہوئی ہیں، نئی نئی مسجدیں بھی بن رہی ہیں، مدارس کا احیاء ہو رہا ہے، نمازیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے، غرض حالات بڑے حوصلہ افزا ہیں۔

لیکن مذہب پر پابندیوں کا جو کٹھن دور ان پر گذرا ہے، ظاہر ہے کہ وہ اپنے اثرات چھوڑ کر گیا ہے، اس وقت چینی مسلمانوں کی رہنمائی کا واحد مرجع مسجد کا امام ہے، جس کی بڑی عزت کی جاتی ہے، لیکن امام دینی تعلیم کے حصول کے لئے اپنے محدود ماحول سے کبھی باہر نہیں نکلا، اس نے چین ہی کے مدارس

ں تعلیم پائی ہے، اور اب ائمہ کی اکثریت ان لوگوں پر مشتمل ہے جنہوں نے ۱۹۴۹ء کے بعد کسی نہ کسی طرح تعلیم حاصل کی ہے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دین کے بارے میں ان کی معلومات بہت محدود ہیں، یہ حضرات اوّل تو چینی زبان کے سوا کوئی دوسری زبان بے تکلفی کے ساتھ نہیں جانتے، دوسرے اگر کچھ عربی زبان انہیں آتی بھی ہے تو عربی کتابوں کی کافی قلت ہے، یہ حضرات اپنا سارا کام مشکوٰۃ شریف، جلالین شریف، شرح وقایہ اور شرح عقائد سے چلا رہے ہیں۔ دوسری کتابیں بڑے شہروں کے اکّا دکّا کتب خانوں میں موجود ہیں، لیکن اندرونی علاقوں میں میسر نہیں۔ عوام کیلئے چینی علماء نے چینی زبان میں ایسے عام فہم رسالے لکھ دیئے ہیں جو عقائد و عبادات کی بنیادی معلومات فراہم کر سکیں۔ ایسے بعض رسائل "چائنا مسلم ایسوسی ایشن" نے بھی مرتب کرا کر شائع کئے ہیں۔ لیکن خود ائمہ اور علماء کی رہنمائی کیلئے کتابوں کی کافی کمی ہے۔

دوسرا اہم مسئلہ یہ ہے کہ مساجد کے ائمہ اب بیشتر عمر رسیدہ ہو چکے ہیں، اور ان کی جگہ لینے کے لئے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت ضروری ہے۔ بحمد اللہ بیجنگ، لانچو اور شننگ وغیرہ میں پانچ سالہ تعلیم کے ادارے قائم ہیں، لیکن وہ ملک بھر کی ضرورت کے لئے ناکافی ہیں، نئے اداروں کے قیام کے لئے مالی وسائل کی بھی ضرورت ہے، اور ماہر اساتذہ کی بھی۔

تیسرا مسئلہ بچوں کی دینی تعلیم کا ہے، بعض ذرائع سے معلوم ہوا کہ ابھی تک ملک میں یہ قانون باقی چلا آتا ہے کہ اٹھارہ سال سے کم عمر کے بچے کو کوئی مذہبی تعلیم نہیں دی جا سکتی، اگرچہ اس قانون پر عملدرآمد کے سلسلے میں موجودہ حکومت نے قدرے نرم اور لچکدار پالیسی اختیار کی ہوئی ہے، اور اس معاملے میں عملاً زیادہ داروگیر نہیں کی جاتی، چنانچہ بعض جگہ مکاتب میں بچے تعلیم پا رہے ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ جب تک یہ قانون باقی ہے، اس وقت تک مسلمان کھل کر بچوں کی تعلیم کا انتظام نہیں کر سکتے، چنانچہ بچوں کو قرآن کریم اور نماز وغیرہ کی تعلیم زیادہ تر گھروں میں دی جاتی ہے، اور یہ بات بدیہی ہے کہ ماں باپ کی معاشی مصروفیات انہیں اتنا موقع نہ دیتی ہونگی کہ وہ بچے کیلئے ایک مکتب کی تلافی کر سکیں۔

ادھر ان مسائل کے ساتھ ساتھ یہ پہلو بھی سامنے رہنا ضروری ہے کہ مسلمانوں کو موجودہ مذہبی آزادی عرصے کی مشکلات کے بعد ملی ہے، اور جذبات میں آکر کوئی ایسا اقدام ان کے لئے مناسب نہیں ہے جو اس آزادی کی پالیسی پر منفی اثرات مرتب کرے۔ لہٰذا انہیں بڑی حکمت اور تدبر سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ بحالاتِ موجودہ مناسب یہی ہے کہ جب حکومت رفتہ رفتہ مذہبی آزادی کے معاملے میں کھلی پالیسی اپنا رہی ہے تو ان مسلمانوں کے ساتھ عالم اسلام کا جو بھی تعاون ہو، وہ حکومت کے واسطے سے، یا چائنا مسلم ایسوسی ایشن کے واسطے سے ہو۔

ہم نے اپنے اس دورے میں حکومتِ چین کو یہ پیشکش کی ہے کہ وہ مسلمان طلبہ کو پاکستان بھیجے تو ہم ان کی اعلیٰ دینی تعلیم کا انتظام مع قیام و طعام کرنے کو اپنی سعادت سمجھیں گے نیز یہاں سے محدود مدت کیلئے زائر اساتذہ بھی وہاں کے تعلیمی اداروں میں جا سکتے ہیں، حکومت کے ذمہ دار افراد نے ان تجاویز کو شکریہ کیساتھ قبول کیا ہے، اور اس سلسلے میں عملی تفصیلات طے کرنیکا وعدہ کیا ہے۔

عام مسلمانوں کیلئے اپنے چینی بھائیوں سے تعاون کا سب سے پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ وہ انہیں ہمیشہ اپنی دعائے خیر میں یاد رکھیں، کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے دین و ایمان کے تحفظ کی توفیق اور اس

امانت کو آئندہ نسلوں تک پہنچانے کے مواقع عطا فرمائیں۔ آمین۔

دوسرے وہاں کے علماء کو تفسیر، حدیث، اور فقہ کی عربی کتابوں کی شدید ضرورت ہے، اگر کچھ اہلِ خیر حضرات ان کیلئے یہ کتابیں بھیجنے کو تیار ہوں تو کتابوں کے انتخاب اور بھیجنے کے طریقے کے بارے میں احقر سے مشورہ فرمالیں۔ وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

۲۰ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ

محمد تقی عثمانی

دار العلوم کراچی ۱۴

دُعائے مغفرت کی اپیل

ماہنامہ البلاغ کے معاون خصوصی حضرت مولینا محمد اکبر شاہ بخاری کی والدہ محترمہ ۱۶ دسمبر ۱۹۸۵ء کو انتقال فرما گئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تمام احباب اور قارئین سے دُعائے مغفرت کی خصوصی درخواست ہے۔

(فاروق القاسمی)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

فرشتے خدا کی مخلوق ہیں

معارف القرآن ✿ سورۃ الصّٰفّٰت ✿ آیت ۱۴۹ تا ۱۶۶

خلاصہ تفسیر

(توحید کے دلائل تو اوپر بیان ہو چکے) سو (اب اس کے بعد) آپ لوگوں سے (جو ملائکہ اور جنات کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں، اس طرح کہ ملائکہ کو نعوذ باللہ خدا کی بیٹیاں اور جنات کے سرداروں کی بیٹیوں کو ان فرشتوں کی مائیں قرار دیتے ہیں جس سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے نسبی رشتہ ہے، اور جنات سے زوجیت کا تعلق ہے، سو ان سب سے) پوچھئے کہ کیا خدا کے لئے تو بیٹیاں (ہوں) اور تمہارے لئے بیٹے (ہوں یعنی جب اپنے لئے بیٹے پسند کرتے ہو تو عقیدۂ مذکور میں خدا کے لئے بیٹیاں کیسے تجویز کرتے ہو، پس اس عقیدے میں ایک خرابی تو یہ ہے اور) ہاں (دوسری بات سنو کہ) کیا ہم نے فرشتوں کو عورت بنایا ہے اور وہ (ان کے بننے کے وقت) دیکھ رہے تھے (یعنی ایک دوسری برائی یہ ہے کہ فرشتوں پر بلا دلیل مونث ہونے کی تہمت رکھتے ہیں) خوب سن لو کہ وہ لوگ (دلیل کچھ نہیں رکھتے، بلکہ محض) سخن تراشی سے کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ صاحب اولاد ہے اور وہ یقیناً (بالکل) جھوٹے ہیں (پس اس عقیدے میں تیسری برائی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت لازم آتی ہے ان میں سے پہلی برائی کا قبح عرف سے، دوسری کا نقل سے اور تیسری کا عقل سے ثابت ہے، اور چونکہ جاہلوں کے لئے عرفی برائی کا اثبات زیادہ موثر ہوتا ہے اس لئے پہلی برائی کو دوسرے عنوان سے مکرر فرماتے ہیں کہ ہاں) کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیاں زیادہ پسند کیں ؟ تم کو کیا ہو گیا تم کیسا (بیہودہ) حکم لگاتے ہو ؟ (جس کو عرفاً خود بھی برا سمجھتے ہو) پھر (علاوہ عرف کے) کیا تم (عقل اور) سوچ سے کام نہیں لیتے ہو (کہ یہ عقیدہ عقل کے بھی خلاف ہے) ہاں (اگر دلیل عقلی نہیں تو) کیا تمہارے پاس (اس پر) کوئی واضح دلیل موجود ہے (اس سے مراد نقلی دلیل ہے) سو تم اگر (اس میں) سچے ہو تو اپنی وہ کتاب پیش کرو اور (عقیدۂ مذکورہ میں ملائکہ کو اولاد قرار دینے کے علاوہ) ان لوگوں نے اللہ میں اور جنات میں (بھی) رشتہ داری قرار دی ہے (جس کا بطلان اور بھی زیادہ ظاہر ہے، کیونکہ بیوی جس کام کے

لئے ہوتی ہے اس سے حق تعالیٰ پاک ہے، اور جب زوجیت محال ہے تو سسرالی رشتے جو اسی سے نکلتے ہیں وہ بھی محال ہوں گے) اور (جس جس کو یہ لوگ خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں ان کی تو یہ کیفیت ہے کہ اُن میں جو) جنّات (ہیں خود ان کا) کا یہ عقیدہ ہے کہ (ان میں جو کافر ہیں) وہ (عذاب میں) گرفتار ہوں گے (اور عذاب میں کیوں گرفتار نہ ہوں کہ حق تعالیٰ کی نسبت بُری بُری باتیں بیان کرتے ہیں حالانکہ) اللہ ان باتوں سے پاک ہے، جو یہ بیان کرتے ہیں (پس ان کافرانہ بیانات سے وہ گرفتارِ عذاب ہوں گے) مگر جو اللہ کے خاص (یعنی ایمان والے) بندے ہیں (وہ اس عذاب سے بچیں گے) سو تم اور تمہارے سارے معبود (سب مل کر بھی) خدا سے کسی کو پھیر نہیں سکتے (جیسی تم کوشش کیا کرتے ہو، مگر اسی کو جو کہ (علمِ الٰہی میں) جہنم رسید ہونے والا ہے اور (آگے ملائکہ کا ذکر فرماتے ہیں کہ ان میں جو ملائکہ ہیں اُن کا یہ مقولہ ہے کہ ہم تو بندۂ محض ہیں، چنانچہ جو خدمت ہمارے سپرد ہے اس میں) ہم میں سے ہر ایک کا ایک معیّن درجہ ہے (کہ اسی کی بجا آوری میں لگے رہتے ہیں، اپنی رائے سے کچھ نہیں کر سکتے) اور ہم (خدا کے حضور میں حکم سننے کے وقت یا عبادات کے وقت ادب سے) صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور ہم (خدا کی) پاکی بیان کرنے میں بھی لگے رہتے ہیں (غرض ہر طرح محکوم اور بندے ہیں، سو جب فرشتے خود اپنی بندگی کا اعتراف کر رہے ہیں تو پھر اُن پر معبود ہونے کا شبہ کرنا نری بے وقوفی ہے، پس جنات اور ملائکہ کے حق میں خدا کا اعتقاد بائیں وجوہ باطل ہو گیا)

معارف ومسائل

انبیاء علیہم السلام کے واقعات نصیحت وعبرت کے لئے بیان کئے گئے تھے، اب پھر توحید کے اثبات اور شرک کے ابطال کا اصل مضمون بیان کیا جا رہا ہے، اور یہاں شرک کی ایک خاص قسم کا بیان ہے، کفارِ عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں' اور جنات کی سردار زادیاں فرشتوں کی مائیں ہیں، بقول علامہ واحدیؒ یہ عقیدہ قریش کے علاوہ جہینہ، بنو سلمہ، بنو خزاعہ، اور بنو ملیح کے یہاں بھی رائج تھا (تفسیر کبیر، ص ۱۱۲ ج ۷)

فَاسْتَفْتِهِمْ (الیٰ قولہ تعالیٰ) اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ، ان آیتوں میں کفارِ عرب کے اسی عقیدے کی تردید کے لئے دلائل پیش کئے گئے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اول تو تمہارا یہ عقیدہ خود تمہارے عرف اور رسم ورواج کے لحاظ سے بالکل غلط ہے اس لئے کہ تم بیٹیوں کو باعثِ ننگ سمجھتے ہو، اب جو چیز تمہارے اپنے لئے ننگ وعار ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے کیسے ثابت ہو سکتی ہے پھر تم نے جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیا ہے، اس کی تمہارے پاس دلیل کیا ہے؟ کسی دعوے کو ثابت کرنے کے لئے تین قسم کے دلائل ہو سکتے ہیں، ایک مشاہدہ، دوسرے نقلی دلیل، یعنی کسی ایسی ذات کا قول جس کی سچائی مسلّم ہو، اور تیسرے عقلی دلیل جہاں تک مشاہدہ کا تعلق ہے ظاہر ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کو فرشتوں کی تخلیق کرتے ہوئے دیکھا ہی نہیں جس سے فرشتوں کا مؤنث ہونا معلوم ہو سکتا، لہٰذا مشاہدہ کی کوئی دلیل تو تمہارے پاس ہے نہیں (اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ کا یہی مطلب ہے۔ اب رہی نقلی دلیل سو وہ بھی تمہارے پاس نہیں، اس لئے کہ قول اُن لوگوں کا معتبر ہوتا ہے جن کی سچائی مسلّم ہو، اس کے برخلاف جو لوگ اس عقیدے کے قائل ہیں وہ جھوٹے لوگ ہیں، اُن کی بات کوئی حجت نہیں ہو سکتی (اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ الخ کا یہی مطلب ہے۔) رہی عقلی دلیل، سو وہ بھی تمہاری تائید نہیں کرتی، اس لئے کہ خود تمہارے خیال کے مطابق بیٹیاں بیٹوں کے مقابلے میں کم رتبہ رکھتی ہیں، اب جو ذات تمام کائنات سے افضل ہے وہ اپنے لئے کم رتبہ والی چیز کو کیسے پسند کر سکتی ہیں؟ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ

عَلَی الْبَنِیْنَ" کا یہی مطلب ہے،) اب صرف ایک ہی صورت رہ جاتی ہے کہ تمہارے پاس کوئی آسمانی کتاب آئی ہو اور اس میں بذریعہ وحی تمہیں اس عقیدے کی تعلیم دی گئی ہو، سو اگر ایسا ہے تو دکھاؤ وہ وحی اور وہ کتاب کہاں ہے؟ (اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِیْنٌ ۔ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ" کا یہی مفہوم ہے)

ہٹ دھرمی کرنے والوں کے لئے الزامی جواب زیادہ مناسب ہے ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ہٹ دھرمی پر تلے ہوئے ہوں ان کو الزامی جواب دینا زیادہ مناسب ہے، الزامی جواب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کے دعوے کو خود انہی کے کسی دوسرے نظریہ کے ذریعہ باطل کیا جائے، اس میں یہ ضروری نہیں ہوتا کہ دوسرا نظریہ ہمیں بھی تسلیم ہے، بلکہ بسا اوقات وہ دوسرا نظریہ بھی غلط ہوتا ہے، لیکن مخالف کو سمجھانے کے لئے اس سے کام لے لیا جاتا ہے۔ یہاں باری تعالیٰ نے اُن کے عقیدہ کی تردید کے لئے خود انہی کے اس نظریہ کو استعمال فرمایا ہے کہ بیٹیوں کا وجود باعثِ ننگ و عار ہے، ظاہر ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بیٹیوں کا وجود باعثِ ننگ ہے، نہ یہ مطلب ہے کہ اگر وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیوں کے بجائے خدا کے بیٹے کہتے تو یہ درست ہوتا، بلکہ یہ ایک الزامی جواب ہے، جس کا مقصد خود انہی کے مزعومات سے ان کے عقیدے کی تردید کرنا ہے، اور نہ اس قسم کے عقائد کا حقیقی جواب وہی ہے جو قرآن کریم ہی میں کئی جگہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، اور اُسے کسی اولاد کی نہ ضرورت ہے، اور نہ اس کی رفعتِ شان کے یہ مناسب ہے کہ اس کی اولاد ہو،

وَجَعَلُوْا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ، (اور انہوں نے اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان نسبی تعلق قرار دیا ہے) اس جملے کی ایک تفسیر تو یہ ہے کہ یہ مشرکین عرب کے اس فاسد عقیدے کا بیان ہے کہ جنات کی سردار زادیاں فرشتوں کی مائیں ہیں، گویا معاذ اللہ جنات کی سردار زادیوں سے اللہ تعالیٰ کا زوجیت کا تعلق ہے اور اسی تعلق کے نتیجے میں فرشتے وجود میں آئے ہیں، چنانچہ ایک تفسیری روایت میں ہے کہ جب مشرکین عرب نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا تو حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا کہ ان کی ماں کون ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ جنات کی سردار زادیاں، (تفسیر ابن کثیر، ص ۲۳ ج ۴) ——— لیکن اس تفسیر پر یہ اشکال رہتا ہے کہ آیت میں اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان نسبی تعلق کا ذکر ہے اور زوجیت کا تعلق نسبی نہیں ہوتا،

اس لئے ایک دوسری تفسیر یہاں زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے جو حضرت ابن عباسؓ، حسن بصریؒ اور ضحاکؒ سے منقول ہے، اور وہ یہ کہ بعض اہلِ عرب کا عقیدہ یہ بھی تھا کہ معاذ اللہ ابلیس اللہ تعالیٰ کا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ خالقِ خیر ہے اور وہ خالقِ شر، یہاں اسی باطل عقیدے کی تردید کی گئی ہے (ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیرؒ و قرطبیؒ و تفسیر کبیر)

وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ (اور جنات کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ گرفتار ہوں گے) "وہ" سے مراد ایسے مشرکین بھی ہو سکتے ہیں جو جنات اور شیاطین کو خدا کا ہمسر قرار دیتے تھے، اور خود جنات بھی، دوسری صورت میں مطلب یہ ہے کہ جن شیاطین اور جنات کو تم نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرا رکھا ہے وہ خود اچھی طرح جانتے ہیں کہ آخرت میں ان کا بُرا حشر ہونے والا ہے، مثلاً ابلیس، کہ وہ اپنے انجامِ بد سے خوب واقف ہے، اب جو خود یہ یقین رکھتا ہو کہ مجھے مبتلائے عذاب ہونا ہے اُسے خدا کا ہمسر قرار دینا کتنی بڑی حماقت ہے ———
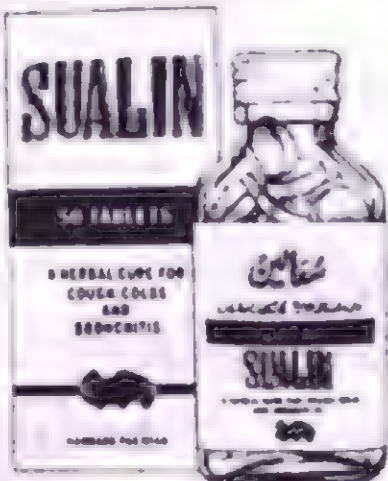
ترجمانی: مولانا صابر داؤد صاحب
فاضل تخصص دارالعلوم کراچی

قاضی ابو یوسفؒ کو حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی وصیت

سربراہِ مملکت کے ساتھ اہلِ علم کی محتاط روش:

وصيةُ الامامِ الاعظمِ لابي يوسفَ، بعْدَ اَنْ ظهرَ لهُ منهُ الرشدُ وحسنُ السيرةِ والاقبالُ علىَ الناسِ،

امام اعظمؒ کی وصیت ابو یوسف کے نام، جبکہ (امام ابو یوسفؒ) کی ذات سے رشد و ہدایات اور حسن کردار کے آثار ظاہر ہوئے اور انہوں نے لوگوں کی جانب توجہ مبذول کی۔

فقَالَ لهُ: يا يعقُوبُ: وَقِّرِ السلطانَ وعَظِّمْ مَنْزِلَتَهُ، وَاِيَّاكَ والكذبَ بينَ يديهِ،

امام اعظمؒ نے ان کو وصیت فرمائی، کہ اے یعقوب! سلطانِ وقت کی عزت کرو، اور اس کے عظمت مقام کا خیال رکھو۔ اور اس کے سامنے دروغ گوئی سے (خاص طور سے) پرہیز کرو۔

وَالدخولَ عليهِ فى كلِّ وقتٍ مالم تَدْعُكَ لحاجةٍ علميّةٍ،

اور ہمہ وقت اس کے پاس حاضر باش نہ رہو، جب تک کہ تجھے کوئی علمی ضرورت مجبور نہ کرے۔

فَانّكَ اذا اكثرتَ اليه الاختلاطَ تهاونَ بكَ وصغرتْ منزلتُكَ عندهُ؛ فكُنْ منهُ كَمَا اَنتَ مِنَ النارِ تَنْفَعُ وتتباعَدُ، ولا تدْنُ منها،

کہ جب تم اس سے بکثرت ملاقات کرو گے تو وہ تم کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے گا اور تمہارا مقام اس کی نظر سے گر جائیگا پس تم اس کے ساتھ ایسا معاملہ رکھو، جیسا کہ آگ کے ساتھ رکھتے ہو کہ تم اس سے نفع بھی اٹھاتے ہو اور اس سے دور بھی رہتے ہو، اور اس کے قریب تک نہیں جاتے۔

فانّ السلطانَ لا يرىٰ لاحدٍ مَا يرىٰ لِنفسهِ،

اس لئے کہ بادشاہ کسی کے لئے وہ مراعات نہیں چاہتا جو اپنی ذات کے لئے چاہتا ہے۔

وَ اِيَّاكَ وكثرةَ الكلامِ بَيْنَ يَدَيه ، فَانّهُ يأخذ عَلَيْكَ مَا قلته ليرى مِنْ نفسِهِ بَيْنَ يَدَي حَاشيته انه اعلَمُ منكَ ، وانهُ يخطئك فتصغر فِي اعينِ قومه ،

اور اس کے قریب کثرتِ کلام سے بچو۔ کہ وہ گرفت کرے گا، تاکہ اپنے حاشیہ نشینوں کو یہ دکھلا سکے کہ وہ تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ اور تمہارا محاسبہ کرے گا، تاکہ تم اس کے حواریوں کی نگاہ میں حقیر ہو جاؤ۔

وَلتكُنْ اذا دَخلتَ عليه تعرّف قدركَ وقدرَ غيرِكَ ،

بلکہ ایسا طرزِ عمل اختیار کرو کہ جب اس کے دربار میں باریابی ہو، تو وہ تمہارے اور تمہارے غیر کی قدر و منزلت سے آشنا رہے، (یعنی فرقِ مراتب کا خیال رکھے)، اور تم

وَ لَا تدخلْ عليه وَ عِنْدَهُ مِنْ اهلِ العلمِ مَنْ لا تعرفهُ ،

سلطانِ وقت کے دربار میں ایسے وقت نہ جاؤ، جب کہ وہاں دیگر ایسے اہلِ علم نشست رکھتے ہوں جن سے تم متعارف نہیں۔

فانّكَ اِنْ كنتَ أدونَ حالاً منهُ لعلّكَ تترفعُ عليه فيضرّكَ ،

اس لئے کہ تمہارا علمی مرتبہ اگر ان سے کم ہوگا، اور ممکن ہے کہ تم ان پر ترفع حاصل کرنے کی کوشش کرو، مگر یہ جذبہ تمہارے لئے ضرر کا باعث ہوگا۔

وَاِن كُنْتَ اعلَمُ مِنهُ لعلّكَ تَنحِطُ عنهُ فتسقطَ بذالك مِن عَيْنِ السُّلطَانِ ،

اور اگر تم ان سے زیادہ صاحبِ علم ہو، تو شاید تم اس کو کسی مقام پر، جھڑک دو اور اس کی وجہ سے تم سلطان وقت کی نظر سے گر جاؤ۔

وَ اِنْ عُرِضَ عَلَيْكَ شيئاً مِنْ اعمَالِه فَلاَ تقبلْ منهُ الاّ بعدَ اَنْ تعلمَ اَنهُ يَرْضَاكَ ويرضى مذهبَكَ فِي العِلمِ وَالقضَايَا ، كيلاَ تحتَاجُ الى ارتكابِ مذهبِ غيرِكَ فِي الحكومَاتِ ،

اور جب وہ تم کو کوئی منصب عطا کرے، تو اس کو اس وقت قبول نہ کرو جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ تم سے یا تمہارے مسلک سے علم و قضایا میں مطمئن ہے، تاکہ فیصلہ جات میں کسی دوسرے مسلک پر عمل کی حاجت نہ ہو۔

وَلاَ تواصِلْ اولياءَ السُّلطانِ وَ حَاشيتَهُ بَلْ تقرب اليه فقط ، وتباعد عن حَاشيته ليكونَ مجدَكَ وَجَاهَكَ بَاقيًا ،

اور سلطان وقت کے مقربین اور اس کے حاشیہ نشینوں سے میل جول مت رکھو، صرف سلطان وقت سے رابطہ رکھو، اور اس کے حاشیہ برداروں سے الگ رہو، تاکہ تمہارا وقار اور عزت برقرار رہے۔

شہری آداب :

ولا تتکلمْ بین یدی العامۃِ الّا بما تُسأل عنہٗ ،

عوام کے دریافت طلب مسائل کے علاوہ ان سے (بلا ضرورت) بات چیت نہ کیا کرو۔

وَ ایاکَ والکلامَ فی العامّۃِ وَالتجارِ الا بما یرجعُ الی العلمِ کیلاَ یوقف علی حبکَ وَرغبتکَ فی المالِ فانھم یسئُوْنَ الظنَّ بکَ ولیعتقدُوْن میلاکَ الی اخذ الرشوۃِ منھمْ،

عوام الناس اور تاجروں سے علمی بات کے علاوہ دوسری باتیں نہ کرو، تاکہ ان کو تمہاری محبت و رغبت فی المال کا وقوف نہ ہو، ورنہ وہ لوگ تم سے بدظن ہوں گے، اور یقین کرلیں گے کہ تم ان سے رشوت لینے کا میلان رکھتے ہو،

وَلاَ تضحکْ وَلاَ تتبسمْ بینَ یدیْ العامّۃِ،

اور عام لوگوں کے سامنے ہنسنے اور مسکرانے سے باز رہو۔

وَلاَ تکثرِ الخرُوجَ الی الاسواق ،

اور بازار میں بکثرت نہ جایئے۔

وَلاَ تکلّم المراھقینَ فَانّھُمْ فِتنَۃٌ ،

اور بے ریش لڑکوں سے ہم کلامی اختیار نہ کرو، کہ وہ فتنہ ہیں

وَلاَ بأسَ ان تکلمَ الاَطفال وتمسحْ روُسھم ،

البتہ بچوں سے بات کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ ان کے سروں پر شفقت سے، ہاتھ پھیرو۔

وَلاَ تمشِ فی قارعۃِ الطریقِ مع المشائخ وَالعامۃِ فَانکَ اِنْ قدّمتھم ازدریٰ ذالک بعلمکَ وَ ان اخرتھم ازدریٰ بکَ من حیث انّہٗ اسنّ منکَ ،

عام لوگوں اور سن رسیدہ حضرات کے ساتھ شاہراہ پر نہ چلو، اس لئے کہ اگر تم ان کو اپنے آگے بڑھنے دوگے تو اس سے علم دین کی بے توقیری ہوگی اور اگر اپنے پیچھے رکھو گے، تو یہ بات بھی معیوب ہوگی کہ وہ عمر میں تم سے بڑے ہیں۔

فَانّ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ لَمْ یرحم صغیرناَ ولم یوقرْ کبیرنَا فلیسَ منّاَ ،

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا، اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا، وہ ہماری جماعت میں سے نہیں ہے۔

وَلاَ تقعدُ علیٰ قوارعِ الطریقِ فاذا دعَاکَ ذالکَ فاقعدْ فِی المَسْجِد ،

اور کسی راہگذر پر نہ بیٹھا کرو، اگر بیٹھنے کو دل چاہے تو مسجد میں بیٹھو۔

وَلا تأکلْ فی الاسواقِ وَ المَسَاجدِ۔ وَلا تشربْ منَ السقایاتِ وَلا منْ ایدی السقائینَ

بازار اور مساجد میں کوئی چیز تناول نہ کرو، پانی کی سبیل اور اور اس پر متعین کارندوں کے ہاتھ سے پانی نہ پیو۔

وَلاَ تقعدُ علی الحوانیتِ،

اور دوکانوں پر نہ بیٹھو۔

وَلاَ تلبس الدیباجَ والحلی وانواعَ الابریسم فَانَّ ذالکَ یفضی الی الرعونۃِ ۔

مخمل، زیور اور انواع و اقسام کے ریشمی ملبوسات نہ پہنو کہ ان سے رعونت پیدا ہوتی ہے۔

ازدواجی آداب:

وَلَا تکثر الکلامَ فی بیتکَ مع امرأتِكَ فِی الفراشِ الّا وقتَ حاجتِكَ الیھا بقدرِ ذالكَ ،
وَلَا تکثرْ لمسَھا و مسّھا ،
وَلَا تقربْھا اِلَّا بذکرِ اللہ تعالٰی ،
وَلَا تتکلمْ بامرِ نساءِ الغیرِ بین یدیھا وَلَا بامرِ الجواری فانھا تنبسطُ الیكَ فی کلامِكَ. وَ لعلّكَ اذا تکلمتَ عن غیرِھا تکلمت عن الرجالِ الاجانبِ ،
وَلَا تتزوّج امرأۃً لھا بعلٌ اَو اَبٌ اَو امٌّ ان قدرت اِلَّا بشرطِ ان یدخلَ الیھا احدٌ مِنْ اقاربِكَ ،

اپنی فطری حاجت کے وقت بقدر ضرورت گفتگو کے ماسوا گھر میں بچھونے پر اپنی بیوی سے زیادہ بات چیت نہ کرو۔
اور اس کے ساتھ کثرت سے لمس و مس اختیار نہ کرو۔
اور اس کے قریب نہ جاؤ مگر اللہ کے ذکر کے ساتھ۔
اور اپنی بیوی سے دوسروں کی عورتوں اور باندیوں کا تذکرہ نہ کرو کہ وہ تمہارے ساتھ گفتگو میں بے تکلف ہو جائیں گی۔
اور بہت ممکن ہے کہ جب تم دوسری عورتوں کا تذکرہ کروگے تو وہ تم سے دوسرے مردوں کے بارے میں گفتگو کرے گی۔
اگر تمہارے لئے ممکن ہو تو کسی ایسی عورت سے نکاح نہ کرو، جس کا شوہر (طلاق دہندہ)، باپ، ماں یا (سابقہ خاوند سے)، لڑکی موجود ہو۔ الّا یہ کہ وہ یہ شرط قبول کرے کہ اس کے پاس (تمہارے گھر میں)، اس کا کوئی رشتہ دار نہیں آیا کرے گا۔

فانّ المرأۃَ اذا کانتْ ذا مالٍ[1] یدعی ابوھا انّ جمیعَ مالِھا لہٗ وَانّہٗ عاریۃٌ فی یدِھا ،
وَلَا تدخلُ بیتَ ابیھا ما قدرتَ ،
وَایاكَ ان تزفّ فی بیتِ ابویھا فانّھم یأخذونَ اموالكَ ویطمعون فیھا غایۃَ الطمعِ ،
وَایاكَ اَنْ تتزوّجَ بذاتِ البنین والبناتِ فانّھا تدخرُ جمیعَ المالِ لھُمْ وَ تسرقُ مِنْ مالِكَ وَ تنفقُ علیھِمْ فانّ الولدَ اعزُّ علیھا منكَ . وَلَا تجمعْ

اس لئے کہ جب عورت مالدار ہو جاتی ہے تو اس کا باپ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی تحویل میں جو مال و منال ہے سب میرا ہے اور اس کے پاس محض عاریتہً ہے۔ اور دوسری شرط یہ قبول کرے کہ جہاں تک ممکن ہوگا وہ اپنے والد کے گھر میں داخل نہ ہوگی۔ اور نکاح کے بعد تم اس بات پر راضی نہ ہو جانا کہ تم شب زفاف سسرال میں گذارو، ورنہ وہ تمہارا مال لے لیں گے اور اپنی بیٹی کے باب میں انتہائی طمع سے کام لیں گے۔
اور صاحب اولاد خاتون سے ازدواجی تعلق قائم نہ کرنا۔ کہ وہ تمام مال اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے لئے جمع کرے گی، اور ان پر خرچ کریگی، اس وجہ سے کہ اس کی اولاد اس کو تم سے زیادہ عزیز ہے اور تم اپنی دو بیویوں کو ایک مکان میں نہ رکھنا، اور

---

[1] والصواب ذات مال.

بينَ امرأتين في دارٍ واحدةٍ وَلاتتزوجْ إلّابعدَ ان تعلمَ انكَ تقدِرُ على القيامِ بجميعِ حوائجِهَا ،

جب تک عیال داری کی تمام ضروریات پورا کرنے کی قدرت نہ ہو، نکاح مت کرو۔

ترتیبِ زندگی :

واطلبِ العِلمَ اولاً ، ثمّ اجمع المالَ منَ الحلالِ ثمّ تزوّج ،

پہلے علم حاصل کرو، پھر حلال ذرائع سے مال جمع کرو، پھر ازدواجی زندگی اختیار کرو۔

فانكَ إنْ طلبتَ المالَ في وقتِ التعلّمِ عجزتَ عن طلبِ العلمِ ، ودعاكَ المالُ الى شِراءِ الجواري والغلمانِ وتشتغِلُ بالدنيا والنساءِ قبل تحصيلِ العلمِ فيضيعُ وقتُكَ عليكَ الولدُ ، ويكثرُ عيالكَ ،

زمانہ طالب علمی میں اگر تم حصول مال کی جدوجہد کروگے، تو حصولِ علم سے تم قاصر رہوگے۔
اور (حاصل کردہ) مال تمہیں باندیوں اور غلاموں کی خریداری پر اکسائے گا۔ اور تحصیل علم سے قبل ہی تمہیں لذائذ دنیا اور عورتوں کے ساتھ مشغول کردے گا، اس طرح تمہارا وقت ضائع ہوجائیگا، تمہارے بچوں کا مجمع ہوجائے گا اور تمہارے اہل وعیال کی کثرت ہوجائے گی۔

فتحتاجُ الى القيامِ بمصالحِهم وتترُكُ العِلمَ .
واشتغِلْ بالعلمِ في عنفوانِ شبابِكَ وَ وَقتَ فراغِ قلبِكَ وَخاطرِكَ ، ثمّ اشتغِلْ بالمالِ ليجتمعَ عندكَ فانّ كثرةَ الولدِ والعيالِ ليشوّشُ البالَ فاذاجمعتَ المالَ فتزوّج ،

اس صورتِ احوال میں تمہیں ان کی ضروریات زندگی پورا کرنے کی احتیاج ہوجائے گی اور تم طلب علم چھوڑ بیٹھوگے۔
اور علم حاصل کرو آغاز شباب میں جبکہ تمہارے دل ودماغ دنیا کے بکھیڑوں سے فارغ ہوں۔ پھر جیسا کہ ابھی ہدایت کی گئی ہے، حصول مال کا مشغلہ اختیار کرو، تاکہ وہ تمہیں دستیاب ہو، کہ کثرتِ اہل وعیال دل کو تشویش میں مبتلا کردیتے ہیں (بہرکیف)، مال جمع کرنے کے بعد ازدواجی تعلق قائم کرو۔

تعمیرِ زندگی :

وعليكَ بتقوى الله تعالىٰ واداءِ الامانةِ وَالنصيحةِ لجميعِ الخاصّةِ وَالعامّةِ وَلاتستخفّ بالناسِ ووقّرْ نفسكَ وَ وقّرهُم ، وَلاتكثِرْ معاشرتَهُم الّابعدَ أنْ يُعاشِرُوكَ ، وَقابِلْ معاشرتَهُم بذكرِ المسائلِ فانّهُ إنْ كانَ مِنْ اهلِهِ اجبكَ ، وَايّاكَ وانْ تكلّمَ العامّةَ بامرِالدينِ في

خشیت الٰہی، ادائے امانت اور ہر خاص وعام کی خیرخواہی کا خصوصی خیال رکھو، اور لوگوں کا استخفاف نہ کرو، بلکہ اپنی اور ان کی عزت کرو۔
ان کی ملنساری سے پہلے ان کے ساتھ زیادہ میل جول نہ رکھو اور ان کے میل ملاپ کا سامنا کرو ذکرِ مسائل کے ساتھ، کہ اگر بالمقابل اس کا اہل ہوگا تو جواب دے گا۔
اور عام لوگوں سے امر دین کے سلسلہ میں علم کلام پر گفتگو سے

فی الکلام فانهم قوم يقلدونك فيشتغلون بذالك ،

احتراز کرو، کہ وہ لوگ تمہاری تقلید کریں، اور علم کلام (عقائد کے عقلی دلائل) میں مشغول ہو جائیں گے۔

وَمَنْ جَاءَ يَسْتَفْتِيْكَ فِي الْمَسَائِلِ فَلَا تجب إلّا عن سواله ولا تضم اليه غيره فانه يشوش عليك جواب سواله ،

اور جو شخص تمہارے پاس استفتا کے لئے آئے اس کو صرف اس کے سوال کا جواب دو، اور دوسری کسی بات کا اضافہ نہ کرو، ورنہ اس کے سوال کا (غیر محتاط) جواب تمہیں تشویش میں مبتلا کر سکتا ہے۔

وَإِنْ بقيت عشر سنين بلا كسب ولا قوة فلا تعرض عن العلم ، فانك اذا اعرضت عنه كانت معيشتك ضنكا ،

علم (تدریس واشاعت) سے کسی حالت میں اعراض نہ کرنا، اگرچہ تم (لوگوں میں) دس سال تک اس طرح رہو کہ تمہارا نہ کوئی ذریعہ معاش ہو نہ کوئی (اکتسابی) طاقت، کہ اگر علم سے اعراض کرو گے تو تمہاری گذران تنگ ہو جائے گی۔

واقبل على متفقهك كانك اتخذت كل واحد منهم ابنا[1] و ولدا ، لتزيدهم رغبة العلم ،

اور تم اپنے ہر فقہ سیکھنے والے طالب علم پر شفقت و ادب پر مشتمل، ایسی توجہ رکھو، کہ گویا تم نے ان کو اپنا پسر اور پدر بنا لیا ہے، تاکہ تم ان میں رغبت فی العلم کے فروغ کا باعث بنو۔

ومن نا قشك من العامة والسوقة فلا تناقشه فانه يذهب ماء وجهك ،

اگر عامی اور بازاری آدمی تجھ سے جھگڑے تو اس سے جھگڑا نہ کرو ورنہ تمہاری آبرو جاتی رہے گی۔

ولا تحتشم من احد عند ذكر الحق و ان كان سلطانا ،

اور اظہار حق کے موقع پر کسی شخص کی جاہ و حشمت کا خیال نہ کرو، اگرچہ وہ سلطانِ وقت ہو جتنی عبادت دوسرے لوگ کرتے ہیں، اس سے زیادہ عبادت کرو، ان سے کمتر عبادت کو اپنے لئے پسند نہ کرو، اور عبادت میں سبقت اختیار کرو اس لئے کہ عوام جب کسی عبادت کو بکثرت کر رہے ہوں گے، اور پھر وہ دیکھیں گے کہ تمہاری اس قدر توجہ اس عبادت پر نہیں ہے تو وہ تمہارے میں قلت رغبت کا گمان کریں گے۔

ولا ترض لنفسك من العبادات الا باكثر ما يفعله غيرك ويتعاطاها ، فالعامة اذا لم يروا منك الاقبال عليها ما اكثر مما يفعلون اعتقدوا فيك قلة الرغبة ،

واعتقدوا ان علمك لا ينفعك الا ما نفعهم الجهل الذي هم فيه ،

اور یہ سمجھیں گے کہ تمہارے علم نے تمہیں نفع نہیں پہنچایا، مگر وہی نفع جو ان کو جہالت نے بخشا ہے جس میں وہ پڑے ہوتے ہیں

آدابِ معاشرت :

وَاذا دخلت بلدة فيها اهلُ العِلمِ

اور جب تم کسی ایسے شہر میں قیام کرو جس میں اہل علم بھی ہوں،

---

[1] والاولى اباً وولداً ۔ ١٢

فَلَا تتخذها لنفسكَ، بل كُن لواحدٍ من اهلِهِم ليعلموا انك لا تقصد جاههم،

تو اس شہر کو تم اپنی ذات کے لئے (کسی امتیاز کے ساتھ) اختیار نہ کرو، بلکہ اس طرح رہو کہ گویا تم بھی انہی میں سے ایک شہری ہو، تاکہ ان کو یقین ہو جائے کہ تمہیں ان کی جاہ و منزلت سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

وَالّا یخرجونَ علیكَ باجمعِهِم ویطعنُون فی مَذْهبِكَ،

ورنہ (اگر انہوں نے اپنی عزت کو خطرہ محسوس کیا تو) وہ سب کے سب تمہارے خلاف خروج کریں گے، اور تمہارے مسلک پر کیچڑ اچھالیں گے۔

والعامّة یخرجُون علیكَ وینظرُونَ الیك باعینهم فتصیرُ مطعونًا عندهم بلا فائدةٍ،

(اور ان کی شہ پر) عوام بھی تمہاری طرف نکل کھڑے ہوں گے، اور تم کو تیز تیز نگاہوں سے دیکھیں گے جس کی وجہ سے تم ان کی نظر میں مورد ملامت ہو گے، آخر اس سے فائدہ کیا؟

وَاِن استفتوكَ فی مسائلٍ فلَا تناقشهُم فی المُناظرةِ وَالمطارحات،

اور اگر وہ تم سے مسائل دریافت کریں، تو ان سے مناظرہ یا جلسہ گاہوں میں بحث و جدال سے باز رہو۔

وَلَا تذكر لهُم شیئًا الّا عن دلیلٍ وَاضحٍ. وَلَا تطعنَ فی اساتذتهِم فانهم یطعنونَ فیكَ،

اور جو بات ان سے کرو، واضح دلیل کے ساتھ کرو، اور ان کے اساتذہ کے بارے میں ان کو طعنہ نہ دو، ورنہ وہ تمہارے اندر بھی کیڑے نکالیں گے۔

وكُنْ مِنَ النّاسِ علی حذرٍ،

اور تم لوگوں سے چوکنا رہو۔

وَكنْ للهِ تعالی فی سرّكَ كَمَا انتَ لهُ فی علانیتكَ،

اور تم اپنے باطنی اور پوشیدہ احوال کو خالص اللہ کے لئے ایسا بنا لو، جیسا کہ تمہارا ظاہر ہے۔

وَلَا تصلحُ أمرُ العلمِ الّا بعدَ اَن تجعلَ سرّهٗ كعلانیتهٖ،

اور علم کا معاملہ اصلاح پذیر نہیں ہوتا، تاوقتیکہ تم اس کے باطن کو اس کے ظاہر کے مطابق نہ بنا لو۔

آرائشِ کردار:

وَاذا اوْلاكَ السلطانُ عملاً لَا یصلحُ لكَ فلَا تقبلْ ذالكَ منهُ الّا بعدَ اَن تعلمَ انهُ یولیكَ ذالكَ الّا لعلمِكَ،

اور جب سلطان وقت تمہیں کوئی ایسا منصب تفویض کرے، جو تمہارے لئے مناسب نہیں ہے تو اسے اس وقت تک قبول مت کرو، جب تک تمہیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس نے جو منصب تمہیں سونپا ہے وہ محض تمہارے علم کی وجہ سے سونپا ہے

وَ اِيَّاكَ وَ اَنْ تَتَكَلَّمَ فِي مَجْلِسِ النَّظَرِ عَلَى خَوْفٍ، فَاِنَّ ذَالِكَ يُورِثُ الْخَلَلَ فِي الْاِحَاطَةِ وَالْكَلَّ فِي اللِّسَانِ ،

اور مجلسِ فکر ونظر میں ڈرتے ہوئے کلام مت کرو' اس لئے کہ یہ خوف زدگی کلام میں خلل انداز ہوگی' اور زبان کو ناکارہ بنا دے گی۔

وَ اِيَّاكَ اَنْ تُكْثِرَ الضِّحْكَ فَاِنَّهُ يُمِيتُ الْقَلْبَ ،

زیادہ ہنسنے سے احتراز کرو کہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کر دیتی ہے۔

وَلَا تَمْشِ اِلَّا عَلَى طُمَانِيْنَةٍ ،

اور سکون و اطمینان کے ساتھ چلو۔

وَلَا تَكُنْ عَجُولًا فِي الْاُمُورِ ، وَمَنْ دَعَاكَ مِنْ خَلْفِكَ فَلَا تُجِبْهُ فَاِنَّ الْبَهَائِمَ تُنَادِي مِنْ خَلْفِهَا ، وَ اِذَا تَكَلَّمْتَ فَلَا تُكْثِرْ صِيَاحَكَ

اور امور زندگی میں زیادہ عجلت پسند نہ بنو۔

اور جو تمہیں پیچھے سے آواز دے اس کا جواب مت دو کہ پیچھے سے آواز چوپاؤں کو دی جاتی ہے۔

اور گفتگو کے وقت زیادہ نہ چیخو۔ اور نہ اپنی آواز کو بلند کرو

وَلَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ وَاتَّخِذْ لِنَفْسِكَ السُّكُونَ وَقِلَّةَ الْحَرَكَةِ عَادَةً ، كَيْ يَتَحَقَّقَ عِنْدَ النَّاسِ ثَبَاتُكَ ، وَ اَكْثِرْ ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيمَا بَيْنَ النَّاسِ بِتَعَلُّمُوا ذَالِكَ مِنْكَ ، وَاتَّخِذْ لِنَفْسِكَ وِرْدًا خَلْفَ الصَّلٰوةِ تَقْرَأُ فِيهَا الْقُرْآنَ وَتَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى ، وَ تَشْكُرُهُ عَلٰى مَا اَوْدَعَكَ مِنَ الصَّبْرِ وَاَوْلَاكَ مِنَ النِّعَمِ ،

سکون اور قلت حرکت کو اپنی عادات میں شامل کرو۔
تاکہ لوگوں کو تمہاری ثبات قدمی کا یقین ہو جائے' اور لوگوں کے سامنے اللہ کا ذکر کثرت سے کرو' تاکہ لوگ تم سے اس خوبی کو حاصل کریں
اور اپنے لئے نماز کے بعد ایک وظیفہ مقرر کرو' جس میں تم قرآن کریم کی تلاوت کرو' اور اللہ تعالٰی کا ذکر کرو۔
اور صبر و ثبات کی دولت جو حق تعالٰی نے تم کو بخشی ہے اور دیگر جو نعمتیں عطا کی ہیں ان پر اس کا شکر ادا کرو۔

وَ اتَّخِذْ لِنَفْسِكَ اَيَّامًا مَعْدُودَةً مِنْ كُلِّ شَهْرٍ تَصُومُ فِيهَا لِيَقْتَدِيَ بِهِ غَيْرُكَ بِكَ ،

اور اپنے لئے ہر ماہ کے چند یوم روزہ کے لئے مقرر کرو تاکہ دوسرے لوگ اس میں تمہاری اقتدا کریں۔

وَ رَاقِبْ نَفْسَكَ وَحَافِظْ عَلَى الْغَيْرِ لِتَنْتَفِعَ مِنْ دُنْيَاكَ وَ آخِرَتِكَ بِعِلْمِكَ ،

اپنے نفس کی دیکھ بھال رکھو' اور دوسرے کے رویہ پر بھی نظر رکھو' تاکہ تم اپنے علم کی وجہ سے دنیا اور آخرت دونوں سے نفع اٹھاؤ۔

وَلَا تَشْتَرِ بِنَفْسِكَ وَلَا تَبِعْ بَلِ اتَّخِذْ لَكَ غُلَامًا مُصْلِحًا[1] يَقُومُ بِاشْغَالِكَ وَتَعْتَمِدُ عَلَيْهِ فِي اُمُورِكَ ،

اور بذات خود خرید و فروخت مت کرو' بلکہ اس کام کے لئے ایک ایسا خدمت گار رکھو' جو تمہاری ایسی حاجتوں کو حسن و خوبی پورا کرے' اور تم اس پر اپنے دنیاوی معاملات میں اعتماد کرو۔

وَ لَا تَطْمَئِنَّ اِلٰى دُنْيَاكَ وَ اِلٰى مَا اَنْتَ فِيهِ ، فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى سَائِلُكَ عَنْ جَمِيعِ ذَالِكَ ،

اپنی دنیا اور اس صورت حال کے باب میں جس میں تم ہو' بے فکر مت رہو' اس لئے اللہ تعالٰی تم سے ان تمام چیزوں کے بارے میں سوال کریں گے۔

---

[1] ای خادماً ثقۃ امینا ، ھذا ھو المراد لکن فی استعمال المصلح بمعنی الخادم لم اجدہ فیما عندی من کتب اللغۃ ۱۲۰ م

وَ نَشْرِ الغِلمَانَ المردَانَ ۔
اور امرد لڑکوں کو مت خریدو،

وَلاَ تظْهَرُ مِنْ نَفْسِكَ التقرُّبُ إلى السُّلطَانِ وَ إنْ قربكَ فَإنّهٗ ترفعُ إليكَ الحوائجُ[1] ،
اور سلطانِ وقت سے اپنے خصوصی تعلق کو لوگوں پر ظاہر نہ ہونے دو، اگرچہ تمہیں اس کا قرب حاصل ہو، ورنہ لوگ تمہارے سامنے اپنی حاجتیں پیش کریں گے۔

فَإنْ قُمتَ اهانكَ وَإنْ لَمْ تَقُمْ مِنْ نَفْسِكَ أعَابكَ[2]
اور اگر تم نے لوگوں کی حاجتوں کو اس کے دربار میں پیش کرنا شروع کردیا، تو وہ تمہیں تمہارے مقام سے گرادیگا، اور اگر تم ان حاجتوں کی تکمیل کیلئے کمربستہ نہ ہوئے تو حاجتمند تمہیں الزام دینگے۔

آدابِ نصیحت :

وَلاَ تتَّبعِ[3] النّاسَ فی خطَایَاهُمْ ، بل اتبع فی صَوَابِهِمْ ،
غلط باتوں میں لوگوں کی اتباع نہ چاہیئے، بلکہ صحیح باتوں میں ان کی پیروی کرو۔

وَإذَا عرَفتَ إنسَانًا بِالشّرِّ فَلاَ تَذكرهٗ بهٖ ، بل اطلب[4] منهٗ خيرًا فاذكرهٗ بهٖ ، إلّا فی بابِ للدين فانكَ ان عرَفتَ فِي دينهٖ ذالكَ فاذكرهٗ للناسِ كيلا يتبعوهٗ وَ يحذروهٗ ۔
جب تم کسی انسان کی برائی دیکھو، تو اس شخص کا تذکرہ اس برائی کے ساتھ مت کرو، بلکہ اس سے بھلائی کی امید رکھو اور جب وہ بھلائی کرے تو، اس کی اس بھلائی کا ذکر کرو۔ الّا یہ کہ اگر تم کو اس کے دین میں خرابی معلوم ہو تو لوگوں کو اس سے آگاہ کردینا چاہیئے، تاکہ وہ اس کی اتباع نہ کریں اور اس سے برکنار رہیں

وَقال عَلَيْهِ السّلاَم اذكرُوا الفَاجِرَ بمَا فيه حتى يحذروهُ الناس وان كان ذا جاهٍ وَ منزلةٍ ،
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے کہ فاسق اور فاجر آدمی جس حالت بد میں گرفتار ہے اُسے افشانہ کرو، تاکہ لوگ اس سے بچیں اگرچہ وہ شخص صاحب جاہ و منزلت ہو۔

وَالّذِیْ ترى منهُ الخللَ فِي الدين فاذكرُ
اسی طرح جس شخص کے دین میں تم خلل دیکھو اسے بھی بیان

---

[1] ای ترفع الیك الناس حوائج الناس بسبب اظهارك التقريب من السلطان ۱۲ ح
[2] والصواب ، فان قمت بها اهانك وان لم تقم بها اعابك ، بذكر صلة الفعل فی الموضعين والضمير فی اهانك مراجع الی السلطان وفی اعابك مراجع الی رافع الحاجة المعلوم من المقام لا الی السلطان لعدم متحد رجوعه اليه وح يكون تفكيك الضمير ۱۲ ح
[3] والاولی ان يقل ولا تتبع خطأ الناس وتتبع صوابهم ۱۲ ح
[4] ای توقع منه خيرا فاذكره به ۱۲ (رحموی)

ذالِكَ ولا تبالِ مِنْ جاهِهٖ فان الله تعالی مُعِيْنُكَ وَناصرُكَ وَناصرالدّين،

کرو، اور اس کی عزت و مرتبہ کی پروا نہ کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارا اور اپنے دین کا معین و مددگار ہے۔

فاذا فعلت ذالكَ مرةً هابُوكَ وَلَمْ يتجاسَرْ احدٌ على اظهارِ البدعةِ فی الدّين ،

اگر تم ایک مرتبہ ایسا کرو گے، وہ تم سے ڈریں گے اور کوئی شخص دین میں اظہار بدعت کی جسارت نہیں کرے گا۔

وَاذا رأيتَ مِنْ سلطانِكَ مَالَا يُوافقُ العِلْمَ فاذكُرْ ذالكَ معَ طاعتِكَ اِيّاهُ ، فانَّ يدهٗ اقوىٰ مِنْ يدكَ ،

اور جب تم اپنے سلطانِ وقت سے خلاف علم دین کوئی بات دیکھو تو اس کو اپنی اطاعت و وفاداری کا الیقین دلاتے ہوئے ذکر کرو، (یہ اظہار وفاداری)، اس وجہ سے کہ اس کا ہاتھ تمہارے ہاتھ سے زیادہ قوی ہے، چنانچہ تم اس طرح اظہار خیال کرو، کہ

تقولُ لهٗ انا مطيعٌ لكَ فی الذی انتَ فيهِ سلطانٌ وَمُسَلّطٌ علىَّ غيرَ اِنّی اذكُرُ مِنْ سِيَرِتِكَ مَالَا يوافِقُ العِلْمَ ،

جہاں تک آپ کی سلطانیت و غلبہ کا تعلق ہے، میں آپ کا فرمانبردار ہوں، بجز اس کے کہ میں آپ کی فلاں عادت کے سلسلے میں جو علم دین کے معیار کے مطابق نہیں ہے، آپ کی توجہ مبذول کراتا ہوں۔

فَاِذَا فعلتَ مع السلطانِ مرةً كفاكَ لانّكَ اذا واظبتَ عليهِ ، ودمتَ عَلَيْهِمْ لَعَلّهم يقهرونكَ[1] فيكونُ فی ذالكَ قمعٌ للدينِ ، فاذا فعل ذالك مرّةً اوْ مرّتينِ ليعرفكَ منكَ الجهدَ فی الدينِ والحرصَ فی الامرِ بالمعروفِ . فاذا فعل ذالكَ مرة اخرىٰ فادخل عليه وحدكَ فی دارهٖ النصحٰ فی الدين ۔

سو اگر تم نے ایک بار سلطان وقت کے ساتھ اس جرأت سے کام لیا تو بس وہ تمہیں کافی ہوگی، اس لئے کہ تو اگر اس سے بار بار کہے گا تو شاید وہ تجھ پر سختی کرے، اور اس میں دین کی ذلت ہوگی۔ اگر وہ ایک بار یا دو بار سختی سے پیش آئے اور تمہارا دینی جد و جہد اور امر بالمعروف میں تمہاری رغبت کا اندازہ کرے، اور اس وجہ سے وہ دوسری مرتبہ خلاف علم حرکت کرے، تو اس سے اس کے گھر پر تنہائی میں ملاقات کرو، اور نصیحت فی الدین کا فریضہ ادا کرو۔

وَنَاظِرْهُ اِنْ كَانَ مبتدعًا وَاِنْ كانَ سلطانًا فاذكرلهٗ ما يحضرُكَ مِنْ كتاب الله وسنةَ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم ۔

اگر سلطان وقت مبتدع ہے تو اس سے دو بدو بحث کرو، اگرچہ وہ سلطان ہے، اور اس سلسلہ میں کتاب اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جو تمہیں یاد ہو، یاد دہانی کراؤ، اگر وہ (ان باتوں کو) قبول کرلے تو ٹھیک ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ اس سے تمہاری حفاظت فرمائے۔

فَاِنْ قَبِلَ منكَ، وَاِلَّا فاسالِ الله تعالىٰ ان يحفظكَ منهُ ۔

وَاذْكرِ المَوْتَ ۔

اور موت کو یاد رکھو۔

---

[1] والصواب ، لعلهٗ يقهرونك ١٢ حموی

وَاسْتَغْفِرْ لِلاستاذِ مَنْ اخذتَ عنهُم العِلمَ ،	اور اپنے ان استاذ کے لیۓ جن سے تم نے علم حاصل کیا ہے استغفار کرو۔
وَداوِمْ علَى التلاوةِ ، واكثِرْ مِن زيارةِ القبورِ والمشائخِ وَالمواضعِ المُبارَكةِ ،	اور ہمیشہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو، قبرستان، مشائخ اور بابرکت مقامات کی کثرت سے زیارت کرو۔
وَاقبِلْ مِنَ العامّةِ مَا يعرضُونَ مِنْ رؤياهُمْ فِي النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وفى رؤيا الصالحين فى المساجد والمنازلِ والمقابرِ ،	اور عامۃ المسلمین کے ان خوابوں کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صالحین سے متعلق تمہیں سنائیں جائیں خواہ مسجد ہو، قرارگاہ ہو، یا قبرستان ہو (یعنی ہر جگہ)، توجہ سے سنو۔
وَلاَ تجالِسْ احداً مِنْ اهلِ الاهواءِ إلَّا على سبيلِ الدعوةِ الى الدين ،	اور اہل ہوا، (دنیا پرستوں) میں سے کسی کے پاس نہ بیٹھو، الّا یہ کہ اس کو دین کی طرف بلانا ہو۔
وَلاَ تكثرِ اللعبَ والشتمَ ،	زیادہ کھیل کود اور گالم گلوچ سے اجتناب کرو،
وَاذا اذّنَ المؤذنُ فتاهبْ لدخولِ المسجدِ كيلاَ تتقدّمَ عليكَ العامّةُ ،	اور جب مؤذن اذان دے، تو عوام سے قبل مسجد میں داخل ہونے کی تیاری کرو، تاکہ عامۃ الناس اس باب میں تم پر پیشقدمی نہ کریں۔
وَلاَ تتخِذْ دارَكَ فِي جوارِ السُّلطانِ ،	اور سلطانِ وقت کے قرب وجوار میں رہائش اختیار نہ کرو۔
وَمَا رأيتَ على جارِكَ مَا سترهُ عليهِ فانهُ امانةٌ ،	اگر تم اپنے ہمسایہ میں کوئی بات (برائی) دیکھو تو اسلطانِ وقت سے، پوشیدہ رکھو کہ یہ امانت داری ہے۔
وَلاَ تظهرْ اسرارَ الناسِ ،	اور لوگوں کے بھید ظاہر نہ کرو۔
وَمَنْ استشارَكَ فِي شيٍّ فاشرْ عليهِ بمَا تعلَمُ انهُ يقرّبُكَ الى اللهِ تعالىٰ ،	اور جو شخص تم سے کسی معاملہ میں مشورہ لے تو اس کو اپنے علم کے مطابق (صحیح) مشورہ دو، کہ یہ بات تم کو اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے والی ہے۔
وَاقبلْ وصيتِي هذهِ فانكَ تنتفِعُ بِمَا فِي اولاكَ واخراكَ إنشاءَ اللهُ تعالىٰ ۔	اور میری اس وصیت کو توجہ سے یاد رکھنا کہ انشاء اللہ یہ وصیت تمہیں دنیا وآخرت میں نفع دے گی۔

تشکیلِ ہمت واستغناء :

وَاياكَ والبخلَ فانهُ يبغضُ بهِ المرأُ ،	بخل سے اجتناب کرو کہ اس کی وجہ سے انسان دوسروں کی نظروں میں مبغوض ہو جاتا ہے۔
وَلاَ تكُ طمّاعًا وَلاَ كذابًا ،	لالچی اور دروغ باف نہ بنو۔

وَلَا صاحِبَ تخليطٍ[1]

حق و باطل (یا مذاق و سنجیدگی میں) التباس پیدا کرنے والا نہ ہو۔

بل احفظْ مروّتَكَ فى الامورِ كلِّهَا،

بلکہ تمام امور میں اپنی شجاعت حمیت کی حفاظت کرو۔

والبسْ مِنَ الثيابِ البيضِ فى الاحوالِ كلِّهَا،

اور ہر موقع پر سفید لباس زیب تن کرو۔

وَاظْهِرْ غِنَا القلبِ مظهرًا مِنْ نفسِكَ قلّةَ الحرصِ وَالرغبةِ فى الدنيا۔

اور اپنی طرف سے حرص اور رغبت فی الدنیا کی قلت ظاہر کرتے ہوئے دل کا غنا ظاہر کرو،

وَاظهر مِنْ نفسِكَ الغِنَاء وَلَا تُظْهِرِ الفقرَ وَإِنْ كنتَ فقيرًا،

اور اپنے آپ کو مالدار ظاہر کرو، اور تنگدستی ظاہر نہ ہونے دو، اگرچہ فی الواقع تم تنگدست ہو۔

وَكُنْ ذَا همّةٍ،

باہمت ہو۔

فَاِنَّ مَنْ ضعفتْ همّتُهُ، ضعفتْ منزلتهُ، وَاِذَا مشيتَ فى الطريقِ فَلَا تلتفِتْ يمينًا وَلَا شمالًا،

کہ جس شخص کی ہمت کم ہوگی، اس کا درجہ بھی کم ہوگا۔ اور راہ چلتے دائیں بائیں التفات نہ کرو، بلکہ ہمیشہ زمین کی جانب نظر رکھو۔

وَإِذَا دخلتَ الحمّامَ فلا تساوى الناسَ فِى اجرةِ الحمّامِ والمجلسِ،

اور جب تم حمام میں داخل ہو، تو حمام اور نشست گاہ کی اُجرت دوسرے لوگوں سے زیادہ دو۔

بل ارجحْ على ما يعطى العامّةُ لتظهرَ مروّتكَ بينهُمْ فيعظمونكَ،

تاکہ ان پر تمہاری عالی ہمتی ظاہر ہو۔ وہ تمہیں باعظمت انسان خیال کریں۔

وَلَا تسلّمِ الأمتعةَ الى الحائكَ وَسائرِ الصنّاعِ،

اور اپنا سامان ضرورت بافندہ اور دیگر کاریگروں کو خود جاکر ان کے حوالے نہ کیا کرو،

اتخذْ لنفسِكَ ثقةً يفعلُ ذالكَ،

بلکہ اپنے لئے ایک با اعتماد ملازم رکھو جو تمہارے یہ امور انجام دیا کرے۔

وَتماكسِ الحباتِ والدوانيقِ،

اور درہم و دینار کی خرید و فروخت میں سیانپت اختیار کرو، (یعنی لین دین میں چوکس رہنا اور جھگڑنا)، اور درہموں کا وزن

وَلَا تزنِ الدراهِمَ بل إعتمدْ علىٰ غيرِكَ،

خود نہ کیا کرو، بلکہ (اس معاملہ میں بھی) کسی اور شخص پر اعتماد کرو

وَحقّرِ الدنيا المحقّرة عندَ اهلِ العلمِ۔

اور متاع دنیا کو جس کی اہل علم کے نزدیک کوئی قدر و منزلت نہیں ہے، حقیر جانو۔

فَاِنَّ مَا عندَ اللهِ خيرٌ مِنهَا،

کہ اللہ تعالےٰ کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ دنیا سے بہتر ہے (غرضیکہ)

---

[1] اى ولا تكن صاحب تخليط اى تخليط الحق والباطل والجدل والهزل۔ ١٢ ح

وَوَلِّ امورَكَ غيرَكَ ليمكنكَ الاقبالَ على العِلمِ ،

فانَّ ذالِكَ احفظُ لحاجَتِكَ ،

وَاياكَ اَنْ تَكلّمَ المجانين ، وَمَنْ لا يعرفُ المناظرَةَ والحجّةَ مِنْ اَهْلِ العلمِ والذين يطلبُونَ الجاهَ ، و يستغرقون[1] بذكرِ المسائل فيما بين النّاس ،

فانهُمْ يطلبُونَ تخجيلكَ وَلاَ يُبالُونَ منكَ وَاِنْ عرفُوكَ على الحقِّ ،

وَاِذا دخلتَ على قومٍ فلاَ ترتفعْ عَليهِمْ مَالَمْ يرفعُونكَ ، كيلاَ يلحقُ بِكَ مِنهُمْ اَذيّةٌ ،

وَ اِذا كنتَ فِي قومٍ فلاَ تتقدّمْ عليهِمْ فى الصلوٰةِ مَالمْ يقدّمُوكَ على وجهِ التعظيمِ

وَلاَتدخُلِ الحمّامَ ، وقتَ الظهيرةِ اَوِالغداةِ ،

وَلاَ تخرُجْ إلىَ النظّاراتِ ،

وَلاَ تحضُرْ مظالِمَ السُّلطَانِ ،

اِلاَّ اِذاعَرفْتَ انّكَ اَذا قلتَ شيئاً ينز لُونَ على قولِكَ بالحق ،

فانّهُمْ اِنْ فعلُوا مَا لاَ يَحِلُّ وَاَنْتَ عند هُمْ ربمَا لاَ تملكُ منعهُمْ و يظُنَّ النّاسُ انَّ ذالِكَ حَقٌّ لسكوتِكَ فيمَا بينهُمْ وقتَ الاقدامِ عليهِ .

اپنے معاملات زندگی کسی دوسرے شخص کے سپرد کردو ، تاکہ تمہاری توجہ علم دین پر پوری طرح مرکوز رہے ۔

سو یہ طرز عمل تمہاری تکمیل حاجت کا زیادہ کفیل ہے۔

پاگلوں دجن کو لوگ مجذوب خیال کرتے ہیں) اور ان اہل علم سے جو حجت ومناظرہ کے اسلوب سے بے بہرہ ہیں ، کلام نہ کرو ، اور وہ لوگ جو عزت پرست ہیں ، اور لوگوں کے معاملات میں عجیب وغریب مسائل کا ذکر کرتے رہتے ہیں ، وہ تمہیں کسی طرح شرمندہ کرنے کے خواہش مند ہوں گے ۔ اور انہیں اپنی عزت کے مقابلہ میں) تمہاری کوئی پرواہ نہ ہوگی اگرچہ وہ سمجھ لیں گے کہ تم برسر حق ہو ۔

اور جب کبھی بڑے رتبہ کے لوگوں کے پاس جاؤ تو ان پر برتری حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو ۔ تاوقتیکہ وہ خود تمہیں بلند جگہ عطا نہ کریں ، تاکہ ان کی طرف سے کوئی اذیت تم کو نہ پہنچے ۔

کسی قوم کے اندر امامت نماز کے لئے پیش قدمی نہ کرو ، جب تک کہ وہ ازراہ تعظیم تمہیں مقدم نہ کریں ۔

اور حمام میں دوپہر یا صبح کے وقت داخل نہ ہو ۔

اور سیرگاہوں میں نہ جایا کرو ،

سلاطین کے مظالم کے وقت حاضر باش نہ رہو ، الا یہ کہ تمہیں اس بات کا یقین ہو کہ اگر تم انہیں ٹوکو گے تو وہ حق وانصاف پر اتر آئیں گے ۔

اس وجہ سے اگر وہ تمہاری موجودگی میں کوئی ناجائز کام کریں گے اور بسا اوقات انہیں ٹوکنے کی تمہیں قدرت وہمت نہ [illegible] [illegible] [illegible] ہے ۔

آداب مجلس :

---

[1] لعل الصواب : يستغربون بذكر المسائل اى يذكرون المسائل الغريبة ۱۲ ح .

إِيَّاكَ وَالغَضَبَ فِي مجلسِ العِلمِ ،
علمی مجلس میں غصہ سے اجتناب کرو۔

وَلَا تقصّ على العامّةِ فانّ القاصّ لا بُدَّ لَهُ اَنْ يَكذبَ ،
اور عام لوگوں کو قصہ کہانیاں سنانے کا مشغلہ اختیار نہ کرو کہ قصہ گو کو (زیب داستاں کے لئے) دروغ گوئی کے بغیر چارہ نہیں۔

وَإِذَا اردتَ اتخاذَ مجلسٍ لأحدٍ مِنْ اهلِ العِلمِ ،
جب تم کسی اہل علم کے ساتھ علمی نشست کا (برائے مشاورت) ارادہ کرو۔

فَإِنْ كانَ مجلسَ فقهٍ فاحضُرْ بنفسِكَ واذكُرْ فيهِ مَا تعلمهُ ، كَيلَا يغتَرّ النّاسُ بحضورِكَ ، فيظنّونَ انّهُ على صفةٍ مِنَ العلمِ ، وليسَ هُوَ على تلكَ الصفةِ ، وَإِنْ كانَ يَصلُحُ للفتوى فاذكُرْ منهُ ذالِكَ وَإِلّا فلا ،
اور وہ فقہی مجلس ہے تو اس میں بیٹھو اور اس میں ان باتوں کو بیان کرو جو مخاطب کے لئے تعلیم کا حکم رکھتی ہوں۔ تاکہ تمہاری حاضر باشی سے لوگوں کو یہ دھوکہ نہ ہو کہ تمہارا ہمنشیں کسی صفت علم سے موصوف ہے جب کہ وہ درحقیقت ایسا نہ ہو، اور اگر وہ شخص فتوے کو سمجھنے کا اہل ہے تو فتویٰ بیان کرو، ورنہ ضرورت نہیں ہے۔

وَلَا تقعُدْ ليدرّسَ الآخرُ بينَ يديكَ ،
اور اس مقصد کے لئے کہیں نہ بیٹھو کہ دوسرا شخص تمہاری موجودگی میں درس دیا کرے۔

بل اترُكْ عندَهُ مِنْ اصحابِكَ ليخبرَكَ بكيفيةِ كلامِهِ وكميةِ علمِهِ ،
بلکہ (نگرانی کے لئے) اس کے پاس اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو بٹھا دو، تاکہ وہ تمہیں اس کی گفتگو کی کیفیت اور اس کے علم کی کمیّت (مقدار) سے مطلع کرے۔

وَلَا تحضُرْ مَجالِسَ الذِكر، اَوْمَنْ يتخِذُ مَجلِسَ عظةٍ بجاهِكَ وَتزكيتِكَ لهُ بَلْ وجّهْ اهلَ محلّتِكَ وعامّتِكَ الذينَ تعتمِدُ عليهِمْ معَ واحدٍ مِنْ اصحابِكَ ،
مجالس ذکر و بیان یا اس شخص کی مجلس وعظ میں حاضری نہ دو، جو تمہاری جاہ و منزلت یا تمہاری جانب سے اس کے تزکیہ نفس کی نسبت سے مجلس قائم کرے (یعنی جو شخص تمہارے تعلق سے دینی افادے کا کام کرے) بلکہ ان کی جانب اپنے ساتھیوں (شاگرد وغیرہ) میں سے کسی ایک شخص کی معیت میں اپنے اہل محلہ اور اپنے عوام کو جن پر تمہیں اعتماد ہے متوجہ کرو، (کہ وہ سب وہاں جایا کریں)

وَفَوِّضْ امرَ النّاكحِ الى خطيبٍ وَكَذا صلوةَ الجنازةِ والعيدينِ ،
اور نکاح خوانی کا کام کسی خطیب کے حوالے کر دو، اسی طرح نماز جنازہ اور عیدین کی امامت بھی کسی اور شخص کے حوالے کر دو۔

وَلَا تَنسَنِي مِنْ صَالِحِ دُعَائِكَ .
اور (آخری بات یہ کہ) ہمیں اپنی نیک دعاؤں میں فراموش نہ کرنا

وَاقْبَلْ هٰذِهِ الموعظةَ مِنّي .
اور ان نصیحتوں کو میری جانب سے قبول کرو،

وَإِنَّمَا اُوصِيكَ لِمَصلَحَتِكَ وَمصلحةِ المسلمينَ ، انتهى
اور ان نصیحتوں کو میری جانب سے قبول کرو کہ میں نے تمہارے اور اہل اسلام کے فائدے کے لئے

ترتیب: مولانا محمد اسلم ہارون آبادی

استثناء اور معمولات

یعنی: ان شاء اللہ کلمہ کے فضائل و مسائل

حکم استثناء:

قرآنی آیات ۱:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۙ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ۝ (سورۃ کہف پارہ ۱۵ آیت ۲۴)

اور نہ کہنا کسی کام کو کہ میں کروں گا کل کو۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے اور جب آپ بھول جاویں تو اپنے رب کا ذکر کیجئے اور کہہ دیجئے کہ مجھ کو امید ہے کہ میرا رب مجھ کو دکھلائے اس سے زیادہ نزدیک راہ نیکی کی۔ (معارف القرآن)

(ف) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روح واصحاب اور ذوالقرنین کے قصہ کے متعلق سوال کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے بھروسہ پر زبان سے ان شاء اللہ کہے بغیر وعدہ فرمالیا کہ کل کو جواب دوں گا۔ چنانچہ پندرہ روز تک وحی نازل نہ ہوئی اور آپ کو بڑا غم ہوا اس کے بعد جواب کے ساتھ یہ حکم بھی نازل ہوا کہ یہ لوگ آپ سے کوئی بات قابل جواب دریافت کریں یا آپ جواب کا وعدہ کریں تو اس کے ساتھ ان شاء اللہ تعالیٰ یا اس کے ہم معنی کوئی بات ضرور ملالیا کریں۔ (تفسیر بیان القرآن، صفحہ ۳۵۸)

کلمہ ان شاء اللہ کے معنی:

حضرت مولانا مفتی اعظم محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ تحریر کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ آئندہ زمانے میں کسی کام کے کرنے کا وعدہ یا اقرار کرنا ہو تو اس کے ساتھ ان شاء اللہ کا کلمہ ملالیا کرو کیونکہ آئندہ کا حال کس کو معلوم ہے کہ زندہ بھی رہے گا یا نہیں اور زندہ بھی رہا تو یہ کام کر سکے گا یا نہیں۔ اس لئے مومن کو چاہئے

کہ اللہ پر بھروسہ دل میں بھی کرے اور زبان سے اس کا اقرار کرے کہ اگلے دن میں کسی کام کے کرنے کو کہے تو یوں کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں یہ کام کل کروں گا یہی معنی ہیں کلمہ انشاء اللہ کے۔ (معارف القرآن، ج ۵، ص ۵۷۰)۔

دینی اور دنیوی امور کا وعدہ کرتے وقت انشاء اللہ کہنا انبیاء علیہ السلام کی سنت ہے:

آیت ۱: قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ۔ وہ بولے کہ ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ آپ مجھ کو سہار کرنے والوں میں دیکھیں گے۔
(بیان القرآن)

آیت ۲: وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ ۚ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا اور (اس معاملہ میں) تم مجھ کو انشاء اللہ تعالیٰ خوش معاملہ پاؤ گے۔
(آیت ۲۷، سورۃ القصص، پارہ ۲۰)

آیت ۳: قَالَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ۝
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کو فرمایا۔
کہا تو پائے گا اگر اللہ نے چاہا مجھ کو ٹھہرنے والا اور نہ ٹالوں گا تیرا حکم۔ (تفسیر عثمانی)

آیت ۴: وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ ۝ اور کہا داخل ہو سب مصر میں اللہ نے چاہا تو دل جمعی سے۔

(ف) حضرت یوسف علیہ السلام نے سب کو فرمایا شہر میں چلو قحط وغیرہ کا اب کوئی اندیشہ نہیں انشاء اللہ تعالیٰ بالکل دل جمعی اور راحت و اطمینان سے رہو گے۔ (تفسیر عثمانی، سورۃ یوسف، آیت ۹۹)

احادیث مبارکہ:

حدیث ۱:

حدیث شیخین میں ہے کہ ایک مرتبہ سلیمان علیہ السلام اپنے امراء لشکر پر ان کی کسی کوتاہی جہاد پر خفا ہوئے اور فرمانے لگے کہ میں آج رات اپنی ستر بیبیوں سے ہمبستر ہوں گا، اور ان سے ستر مجاہد پیدا ہوں گے۔ فرشتہ نے قلب میں القاء کیا کہ انشاء اللہ کہہ لیجئے آپ کو کچھ خیال نہ رہا چنانچہ صرف ایک عورت حاملہ ہوئی اور اس سے بھی ایک ناقص الخلقت بچہ پیدا ہوا جس کے ایک طرف کا دھڑ نہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیتے تو یہ ارادہ ان کا پورا ہو جاتا اور یہ سب بچے جوان ہو کر راہ خدا کے مجاہد بنتے۔
(تفسیر ابن کثیر صہ ۹۲) اور (اختصار بیان القرآن)

حدیث ۲:

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معرفت حکم دیا کہ ایک گائے ذبح کریں وہ بار بار پوچھتے تھے کہ وہ کیسی گائے ہے۔ اس کا کیا رنگ ہے اس کی کیا صفت ہے، اور جناب باری سے ہر مرتبہ ان کے سوال

کا جواب مِل جاتا تھا آخر میں اِن لوگوں نے یہ کہا اِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَ اِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ یعنی ہم کو تو بہت سی گائیں ایک ہی سی دِکھائی دیتی ہیں اللہ نے چاہا تو ہم ٹھیک پتہ لگالیں گے۔ غرض پھر انہوں نے فرمانِ الٰہی کے مطابق وہ گائے ذبح کردی۔ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر وہ لوگ انشاء اللہ کا کلمہ نہ کہتے تو ان کو آبدالآباد تک اس گائے کا پتہ نہ ملتا جس کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا۔ (تفسیر مظہری)

حدیث ۳ :

ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا :

الجن والانس عشرة جزاء فتسعة اجزاء یاجوج وَ ماجوج وَ جزء سائر الناس ۔ یعنی جن وانس سب دس حصہ ہیں نو حصے اِن میں یاجوج وماجوج ہیں اور ایک حصہ سب لوگ۔ اور جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا نکلنا اُن کا کہے گا حاکم اُن کا شام کو کہ اب چھوڑ دو بستہ ۔ یعنی دیوار کو باقی انشاء اللہ تعالیٰ ہم کل کو پوری کھود لیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کی برکت سے وہ درست نہ ہوگی اور وہ ویسی ہی رہے گی، دوسرے روز جب وہ آدیں گے بخوبی کھود کر اپنی راہ بنادیں گے۔ (ترمذی شریف)

(ف) ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہل صناعات اور اہل ولایت و سلطنت و رعیت ہیں اور ان میں ایسے بھی لوگ ہیں کہ خداوند تعالیٰ کو پہچانتے ہیں اور اقرار اُس کی قدرت و مشیت کا رکھتے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ کلمہ انشاء اللہ ان کی زبان سے بیساختہ نکل جائے اگرچہ اس کے معنی و مطلب سے واقف نہ ہوں اور برکت اس کلمہ مطہرہ کی باوجود جہالت کے بھی اپنا کام کر جاوے۔ (ترمذی شریف صـ۹۲۴)

حدیث ۴ :

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قسم کھاوے کہ کسی کام پر اور کہے انشاء اللہ۔ پس اس پر حنث نہیں آیا یعنی اِنشاء اللہ کہنے سے قسم منعقد نہیں ہوتی کہ اس کے خلاف معصیت ہو یا کفارہ آدے۔ (ترمذی شریف صـ۵۷۴)

حدیث ۵ :

حضرت ابی ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے قسم کھائی اور کہا اِنشاء اللہ وہ حانث نہ ہوگا۔ (ترمذی جلد اوّل صـ۵۷۴)

مسائلِ استثناء

مسئلہ ۱ :

قسم کھا کر اس کے ساتھ ہی اِنشاء اللہ تعالیٰ کا لفظ کہہ دیا۔ جیسے کوئی اس طرح کہے کہ خدا کی قسم، فلانا کام اِنشاء اللہ نہ کروں گا تو قسم نہیں ہوتی۔ (بہشتی زیور، تیسرا حصہ، صـ۴۸)

مسئلہ ۲ :

کسی نے طلاق دے کر اس کے ساتھ انشاء اللہ بھی کہہ دیا تو طلاق نہیں پڑتی البتہ اگر طلاق دے کر ذرا ٹھہر گیا پھر انشاء اللہ کہا تو طلاق پڑ گئی۔ (بہشتی زیور حصہ چہارم ص ۳۲)

مسئلہ ۳:

ظہار میں بھی اگر فوراً انشاء اللہ کہہ دیا تو کچھ نہیں ہوا۔ ظہار کا مطلب یہ ہے کہ اپنی بیوی کو ماں کے برابر سمجھنا مثلاً ظہار کا لفظ اگر کئی دفعہ کہے جیسے دو دفعہ یا تین دفعہ یہی کہا کہ میرے لئے ماں کے برابر ہے تو جتنی دفعہ کہا ہے اتنے کفارے دینے پڑیں گے البتہ دوسرے تیسرے مرتبہ کہنے سے خوب مضبوط اور پکے ہو جانے کی نیت کی ہو سرے سے ظہار کرنا مقصود نہ ہو تو ایک ہی کفارہ پڑتا ہے۔ ظہار کا کفارہ اس طرح ہے جس طرح روزہ توڑنے کا کفارہ ہے۔ دونوں میں کچھ فرق نہیں۔
(بہشتی زیور حصہ چہارم ۳۴-۳۵)

مسئلہ ۴:

اگر کسی موقعہ پر انشاء اللہ تعالیٰ کہنا بھول جائے تو جب بھی یاد آوے انشاء اللہ کہنا چاہئے کیونکہ بھول شیطانی حرکت ہے اور ذکرِ خدا یاد کا ذریعہ ہے۔ (ابن کثیر)

مسئلہ ۵:

کسی معصیت کا ارادہ کرتے وقت انشاء اللہ کہنا ناجائز ہے کیونکہ انشاء اللہ کا کلمہ ہمیشہ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں بولا جاتا ہے۔ معصیت کے کاموں میں اس کلمہ کا بولنا ناجائز ہے۔

انشاء اللہ کہنا مستحب ہے:

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا

اس آیت سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں انشاء اللہ کہنا مستحب ہے دوسرے یہ معلوم ہوا کہ اگر بھولے سے یہ کلمہ کہنے سے رہ جائے تو جب یاد آئے اس وقت کہہ دے۔ یہ حکم اس مخصوص معاملہ کے لئے ہے جس کے متعلق یہ آیات نازل ہوئی ہیں یعنی محض تبرک اور اقرار عبدیت کے لئے یہ کلمہ کہنا مقصود ہوتا ہے۔ کوئی تعلیق اور شرط لگانا مقصود نہیں ہوتا اس لئے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ معاملات بیع و شراء اور معاہدات میں جہاں شرطیں لگائی جاتی ہیں اور شرط لگانا طرفین کے لئے معاہدہ کا مدار ہوتا ہے۔ وہاں بھی اگر معاہدے کے وقت کوئی شرط لگانا بھول جائے تو پھر کبھی جب یاد آجائے جو چاہے شرط لگالے۔ اس مسئلے میں فقہا کا اختلاف بھی ہے، جس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔ (معارف القرآن جلد پنجم ص ۵۷۱)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ تحریر کرتے ہیں، جب آپ اتفاقاً

انشاء اللہ تعالیٰ کہنا بھول جاویں اور پھر کبھی یاد آوے تو اس وقت انشاء اللہ تعالیٰ کہہ کر اپنے رب کا ذکر کر لیا کیجئے۔ یعنی جب یاد آوے کہہ لیا کیجئے اور یہ حکم افادہ برکت کے اعتبار سے ہے جو کہ وعدوں میں مقصود ہوتا ہے تعلیق وابطال اثر کے اعتبار سے نہیں جو کہ طلاق وعتاق ویمین وغیرہ میں مقصود ہے پس اس میں متصل کہنا ابطال اثر میں مفید ہوگا اور منفصل کہنا مفید نہ ہوگا۔ (بیان القرآن ص۵۸۹)

ترک مستحب پر وحی کے دیر میں آنے کی مصلحت :

ظاہراً یہ انشاء اللہ تعالیٰ زبان سے کہنا مستحب ہے لیکن خواص کی پھر اخص الخواص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ارفع ہوتی ہے اس لئے ترکِ مستحب پر بھی وحی میں دیر ہوگی۔ (بیان القرآن ص۵۸)

اختیاری نیک اعمال میں انشاء اللہ کہنا صوفیہ کے نزدیک لازم ہے :

حضرت امام غزالیؒ تحریر کرتے ہیں۔ ایسے بہت سے اعمال ہیں کہ جو بذاتِ خود خیر ہیں مگر بندے کے لئے ان میں خیر نہیں ہوتی ممکن ہے کہ ایسے عمل کے باعث کسی آفت میں مبتلا ہو جائے جب ایسا حال ہے تو بندے کے واسطے لائق نہیں ہے کہ جب نماز یا روزہ شروع کرے تو ساتھ ہی یقین کرے کہ میں اس کو ضرور پورا کروں گا کیونکہ یہ علم غیب خداوندی میں ہے اور یہ بھی خیال نہ کرے کہ میں اس کو خیر وخوبی کے ساتھ پورا کر دوں گا۔ ممکن ہے کہ اس کو پورا کرنے کے بعد خیر وخوبی نہ ملے بلکہ لازم ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ کہے۔ اور خدا کی طرف سے صلاح کی شرط لگا دے تاکید اُمید کے عیب سے نجات ملے جیسے کہ حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو ارشاد فرمایا ہے کہ کسی چیز کی بابت ایسا مت کہو کہ میں اس کو کل کر لوں گا بلکہ اس طرح کہو اگر خدا نے چاہا تو کل کر لوں گا۔ اور ان خاص لوگوں کی اُمید کی ضد۔ نیت نیک ہے اور نیت نیک کو اُمید کی ضد کہنا مجازاً ہے کیونکہ نیت نیک والا اُمید سے باز رہنے والا ہے کیونکہ نیت نیک والا شخص عمل کے شروع میں یقین کا خواستگار ہے اور اس کے پورا ہونے کو انشاء اللہ کہہ کر خدا کے سپرد کرتا ہے۔

(ریاض السالکین یعنی سراج السالکین ص۱۸)

انشاء اللہ کا مطلب :

حضرت امام غزالیؒ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں "اگر تم یہ دریافت کرو کہ کہ ابتدا میں عمل کے کرنے پر یقین رکھنا کیوں جائز ہے اور اس کے پورا کرنے میں انشاء اللہ کہنا اور سپردِ خدا کرنا کیوں واجب ہے؟

اس بات کو جان لو کہ ابتدا میں کوئی خطرہ نہیں ہے اور عمل کے تمام کرنے تک دو خطرے ہیں۔ ایک خطرہ تو یہ ہے کہ بندے کو علم نہیں ہے کہ پورا کرے گا یا نہیں۔ دوسرا خطرہ عمل کے فاسد ہونے کا ہے۔

کیونکہ اس بات کا علم نہیں ہے کہ اس میں بندے کے لئے انجام کار بہبودی بھی ہے یا نہیں ہے۔ بنا بریں حصولی کے خطرے کے باعث انشاء اللہ کہنا اور فاسد ہوجانے کے خطرے کے باعث سپرد خدا کرنا واجب ہے۔
(ریاض السالکین یعنی سراج السالکین ص۸۱)

انشاء اللہ نہ کہنے والے پانچ بھائیوں کا عجیب قصہ:

شہر صنعاء کے تھوڑے فاصلے پر ایک باغ تھا جس روز اس کے پھل توڑے جاتے شہر کے فقراء و مساکین جمع ہوجاتے۔ مالک کا معمول تھا کہ اپنی سال بھر کی معاش اس میں سے نکال کر باقی تمام غلہ فقیروں، محتاجوں میں خیرات کر دیتا۔ اس سے اس کو بڑی برکت اور ترقی ہوتی تھی۔ جب مالک کا انتقال ہوگیا تو اس کے پانچ بیٹے تھے وہ اس باغ کے وارث بنے۔ پھل توڑنے کا دن آیا تو پانچوں بھائی آپس میں کہنے لگے۔ ہم سے خیرات کرنے میں باپ کی پیروی نہ ہوسکے گی یہ پھل جو مساکین لے جاتے ہیں اپنے ہی کام آئیں تو اچھا ہے چلو صبح سویرے ایسے وقت میں پھل توڑ لائیں کہ کسی کو معلوم نہ ہوسکے جب غرباء و مساکین اپنے وقت پر آئیں گے تو پھل کٹا کٹایا پائیں گے ان کو اپنی تدبیر کی کامیابی کا یہاں تک یقین تھا کہ انشاء اللہ تک بھی نہ کہا۔ قرآن پاک میں ہے، اِذْ اَقْسَمُوْا لَیَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِیْنَ ۝ وَلَا یَسْتَثْنُوْنَ (سورۃ القلم آیت ۱۷،۱۸) ان لوگوں نے یعنی اکثر یا بعض نے قسم کھائی کہ اس باغ کا پھل ضرور صبح چل کر توڑ لیں گے اور ایسا وثوق ہوا کہ انہوں نے انشاء اللہ کبھی نہیں کہا۔ (بیان القرآن)

انشاء اللہ کہنا بھول گئے:

مثنوی میں مولانا روم فرماتے ہیں:

لیک اِسْتِثْنَا وَ تسبیح خُدا
زا اعتماد خود بد از ایشاں جُدا

لیکن انشاء اللہ کہنا اور خدائی تسبیح اور ذکر کرنا اپنے اوپر اعتماد کرنے کے سبب ان سے بعید رہا۔

یہاں بھائیوں میں یہ مشورے ہو رہے تھے اور وہاں رات ہی کو باغ میں آگ لگ گئی جو سارے باغ کا صفایا کر گئی۔ باغ کی یہ حالت ہوگئی کہ پہچانا نہ جاسکتا تھا پہلے تو انہیں یہ خیال ہوا کہ ہم رستہ بھول گئے ہیں کسی دوسری جگہ پہنچ گئے ہیں لیکن غور کیا تو پہچانا کہ وہی جگہ اور وہی مقام ہے تب کہنے لگے ہائے ہماری قسمت ہی پھوٹ گئی۔ (اختصار تفسیر بیان القرآن ص۶۸۳)

ایک بھائی نے کہا اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ۔ بعض مفسروں کے نزدیک اس کا ترجمہ یوں ہے کہ کیا میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ تم انشاء اللہ تعالیٰ کیوں نہیں کہتے۔ تفسیر مدارک میں لکھا ہے: ای ھلا تستثنون إذ الاستثناء التسبیح لالتقائهما فی معنی التعظیم لله لأن الاستثناء تفویض الیه والتسبیح تنزیه له وکل واحد من التفویض والتنزیه تعظیم۔

ترجمہ: یعنی ایک بھائی درمیان والے نے اپنے بھائیوں سے کہا جبکہ وہ بات طے کر رہے تھے کہ فقیر: ں کے آنے سے پہلے پھل توڑ لو کہ تم استثنار کہو (یعنی انشاراللہ کہو) کیونکہ انشاراللہ کہنا خدا تعالےٰ کی بارگاہ میں تسبیح ہے اور استثنار اللہ کی بارگاہ میں تفویض ہے اور تسبیح میں اللہ کریم کی تنزیہ ہے اور تفویض اور تنزیہ ہر دونوں میں اللہ کریم کی تعظیم ہے۔ (مفتاح العلوم شرح مثنوی جلد ششم ص۲۶)

قلبی استثنار کی اہمیت :

حضرت مولانا روم مثنوی شریف میں فرماتے ہیں :

ترک استثنار مُرادم قسوتے ست
نے ہمیں گفتن کہ عارض حالتے ست

ترجمہ: استثنار (یعنی انشاراللہ) نہ کہنے سے میری مراد سیہ دلی ہے۔ نہیں نہیں (بلکہ) یہ زبانی استثناء کہنا بھی (سیہ دلی میں داخل ہے) جو عارضی حالت ہے۔

شرح: استثناء سے مدعا اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ ہم کو اللہ تعالےٰ پر توکل ہے اور ظاہری اسباب پر بھروسہ نہیں مگر شرط یہ ہے کہ یہ اظہار دل سے ہو صرف زبانی نہ ہو۔ مولانا فرماتے ہیں ترک استثناء (یعنی انشاراللہ نہ کہنا) سے مراد سیہ دلی ہے جو انسان کو خدا سے غافل کر دیتی ہے اور خدا پر متوکل نہیں ہونے دیتی پھر ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ صرف ترک استثنار ہی سیہ دلی نہیں بلکہ جو شخص زبان ہی زبان سے استثنار کا کلمہ ورد کر رہا ہے مگر دل میں اس کا اثر نہیں وہ بھی سیہ دل ہے کیونکہ اس کی یہ استثنار گویٔ ایک عارضی حالت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔ ایک عربی مقولہ ہے

یعنی زبان اللہ اللہ کرتی ہے دل لوگوں کی خونخواری پر تلا ہوا ہے۔

بر زباں تسبیح و در دل گاوٗ خر ۵ ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر (مفتاح العلوم شرح مثنوی دفتر اول ص۵۶)

عجیب مزاحیہ حکایت :

ایک شخص کی حکایت ہے کہ وہ نخاس کی طرف جا رہے تھے کسی نے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ کہا گھوڑا خریدنے۔ کہا انشاراللہ کہہ لو۔ تو آپ کہتے ہیں کہ اس میں انشاراللہ کی کیا بات ہے۔ روپے میری جیب میں۔ منڈی میں جاؤں گا۔ گھوڑا خرید لوں گا۔ اتفاق سے راستے میں کسی گرہ کٹ نے جیب کتر کے روپے کی تھیلی غائب کر دی۔ اب یہ ناکام واپس آ رہا تھا کہ راستے میں اتفاق سے پھر وہی شخص مل گیا۔ اس نے پوچھا کہو بھئی گھوڑا لائے۔ کہنے لگا میں بازار میں جا رہا تھا انشاراللہ کسی نے روپے کی تھیلی چرالی انشاراللہ میں ناکام واپس آ رہا ہوں انشاراللہ۔ یا تو مستقبل پر بھی انشاراللہ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے یا اب ماضی پر بھی انشاراللہ کہنے لگے۔ (العبادہ ص۱۴۰)

صالحین کی بستی

اور

اُن کی صحبت کے برکات

احقر کے تین اشعار:-

(۱) دل چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لئے ہوئے

(۲) مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

(۳) مجھے کیا خبر تھی اختر ترا درد کیا ہے یارب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

صالحین کی بستی پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے

محدث عظیم ملا علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۵ صہ ۱۹۵ پر ارقام فرماتے ہیں کہ صالحین کی محفل میں دُعا مانگنا مستحب ہے فَاِنَّ عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَۃُ فَضْلاً عِنْدَ وُجُوْدِ ھِمْ وَ حُضُوْرِ ھِمْ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جب صالحین کے ذکر سے نازل ہوتی ہے تو جہاں صالحین خود رہتے ہوں اس جگہ پر کتنی رحمت برستی ہوگی۔

ذاکرین کی مجالس جنت کے باغ ہیں: اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا

۔ مَا رِیَاضُ الْجَنَّۃِ قَالَ حِلَقُ الذِّکْرِ ۰ رواہ الترمذی (مرقاۃ ص۶۴ ج ۵)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم جنت کے باغوں سے گذرو تو خوب کھل کر کھاپی لیا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ جنت کے باغ کیا ہیں۔ فرمایا ذکر کے حلقے۔

تشریح: محدث عظیم حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: حَاصِلُ الْمَعْنٰی اِذَا مَرَرْتُمْ بِجَمَاعَۃٍ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ تَعَالٰی فَاذْکُرُوْہُ اَنْتُمْ مُوَافِقَۃً لَھُمْ فَاِنَّھُمْ فِیْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ قَالَ النَّوَوِیُّ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَاعْلَمْ اَنَّہٗ کَمَا یَسْتَحِبُّ الذِّکْرُ یَسْتَحِبُّ الْجُلُوْسُ فِیْ حِلَقِ اَھْلِہٖ۔

ترجمہ: اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب تم ایسی جماعت سے گذرو جو اللہ تعالیٰ کو یاد کررہی ہے تو تم بھی ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے لگو کیونکہ وہ جنت کے باغوں میں ہیں۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس طرح ذکر مستحب ہے اسی طرح اہل ذکر کی صحبتوں میں بیٹھنا بھی مستحب ہے۔

خدائے تعالیٰ کے عاشقوں کی صحبت میں جنت کا لطف آتا ہے۔ احقر کا فارسی شعر ہے

میسر چوں مرا صحبت بجانِ عاشقاں آید
ہمیں بینم کہ جنت برزمیں از آسماں آید

ترجمہ: جب مجھے اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی صحبت میسر آجاتی ہے تو اتنا لطف آتا ہے جیسے کہ جنت آسمان سے زمین پر آگئی ہے۔

خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں

میں دن رات رہتا ہوں جنت میں گویا
مرے باغِ دل میں وہ گلکاریاں ہیں

اللہ تعالیٰ کی ولایت کی علامات:

محدث عظیم ملا علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص ۹۲ پر ارقام فرماتے ہیں:-

وَمِنْ اَمَارَاتِ وِلَایَتِہٖ اَنْ یَرْزُقَہٗ مَوَدَّۃً فِیْ قُلُوْبِ اَوْلِیَاءِہٖ فَاِنَّ اللّٰہَ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِ اَوْلِیَاءِہٖ فِیْ کُلِّ وَقْتٍ فَاِذَا رَاٰی فِیْ قُلُوْبِھِمْ لِعَبْدٍ مَحَلًّا یَنْظُرُ اِلَیْہِ بِاللُّطْفِ وَاِذَا رَاٰی ھِمَّۃَ وَلِیٍّ مِنْ اَوْلِیَاءِہٖ لِشَانِ عَبْدٍ اَوْ سَمِعَ دُعَاءَ وَلِیٍّ فِیْ شَانِ شَخْصٍ یَاْبٰی اِلَّا الْفَضْلَ وَالْاِحْسَانَ اِلَیْہِ اَجْرٰی بِذٰلِکَ سُنَّتَہُ الْکَرِیْمَۃَ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جن بندوں کے قلوب کو اپنی ولایت کے لئے منتخب فرماتے ہیں تو اس کی علامات

یں سے یہ ہے کہ ایسے شخص کی محبت اپنے اولیاء کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں پس تحقیق کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے قلوب کو ہر وقت نگاہ رحمت سے دیکھتے رہتے ہیں پس جب اپنے اولیاء کے قلوب میں کسی بندہ کی محبت دیکھتے ہیں تو اس بندہ پر بھی نظر لطف ڈال دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جب اپنے اولیاء میں سے کسی ولی کی توجہ کسی بندہ پر دیکھتے ہیں یا کسی ولی کی دعا کو کسی شخص کے لئے سنتے ہیں تو اس پر اپنا فضل و احسان فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی سنت کریمہ اسی طرح جاری ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابو علی دقاقؒ سے سنا ہے: لَوْ اَنَّ وَلِيًّا مِنْ اَوْلِيَاءِ اللهِ مَرَّ بِبَلْدَةٍ لَنَالَ بَرَكَةَ مُرُوْرِهٖ اَهْلُ تِلْكَ الْبَلْدَةِ حَتّٰى يَغْفِرَ اللهُ لَهُمْ یعنی تحقیق کہ اگر کوئی ولی اولیاء اللہ میں سے کسی شہر سے گذر جائے (اور قیام کی فرصت بھی نہ ہو) تو اس کے گذرنے کی برکت سے اس شہر کے لوگ محروم نہ رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان (اہلِ شہر) کی مغفرت فرمائے گا۔ (عدل کے لئے تو صلاحیت و استحقاق شرط ہے لیکن فضل کے لئے کوئی ضابطہ نہیں۔ از جامع)

صالحین کی بستی اور سامانِ مغفرت

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ اِنْسَانًا ثُمَّ خَرَجَ يَسْاَلُ فَاَتٰى رَاهِبًا فَسَاَلَهٗ فَقَالَ لَهٗ هَلْ تَوْبَةٌ قَالَ لَا فَقَتَلَهٗ فَجَعَلَ يَسْاَلُ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اِئْتِ قَرْيَةَ كَذَا وَكَذَا فَاَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهٖ نَحْوَهَا فَاخْتَصَمَتْ فِيْهِ مَلٰئِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلٰئِكَةُ الْعَذَابِ فَاَوْحَى اللهُ اِلٰى هٰذِهٖ اَنْ تَقَرَّبِيْ وَاَوْحٰى اِلٰى هٰذِهٖ اَنْ تَبَاعَدِيْ وَقَالَ قِيْسُوْا مَا بَيْنَهُمَا فَوُجِدَ اِلٰى هٰذِهٖ اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَ لَهٗ

(بخاری، ج ۱، ص ۴۹۳)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے انسانوں کو قتل کیا پھر وہ ایک راہب کے پاس آیا اور سوال کیا کہ کیا ایسے شخص کے لئے توبہ ہے۔ راہب نے کہا نہیں، پس اس کو بھی قتل کر دیا۔ پھر اس نے ایک دوسرے شخص سے سوال کیا انہوں نے کہا کہ فلاں (صالحین کی) بستی کی طرف جاؤ (وہاں تمہاری توبہ قبول ہو جائے گی) پس (راستہ ہی) میں اس کو موت نے پکڑ لیا۔ پس (مرتے وقت) اس نے اپنا سینہ اس بستی کی طرف کر دیا۔ پس اس شخص کے بارے میں رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہوا، پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی (صالحین کی) بستی کو کہ تو قریب ہو جا اور (معصیت کی) سرزمین کو حکم دیا کہ تو دُور ہو جا۔ پس اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں سے) فرمایا کہ تم ان دونوں زمینوں کی پیمائش کرو پس پایا گیا وہ شخص

صالحین کی بستی سے ایک بالشت زیادہ قریب۔ پس اس کو بخش دیا گیا۔ (متفق علیہ)

تشریح از مرقاۃ ج ۵ ص ۱۲۷ :-

(۱) ملاقاریؒ فرماتے ہیں کہ وہ راہب عابد زاہد خلق سے کنارہ کش خالق کی یاد میں مشغول تھا اور اس پر خوف الٰہی کا غلبہ تھا۔

(۲) راہب نے جو توبہ نہ قبول ہونے کے لئے کہا اس کی تین وجوہ ہو سکتی ہیں :-

(الف) إِمَّا جَهْلاً مِنْهُ بِعِلْمِ التَّوْبَةِ یا تو توبہ کے بارے میں صحیح علم سے بے خبر تھا۔

(ب) وَ إِمَّا لِغَلَبَةِ الْخَشْيَةِ عَلَيْهِ یا خشیت کے غلبہ کی وجہ سے۔

(ج) وَ إِمَّا لِتَصَوُّرِ عَدَمِ إِمْكَانِ إِرْضَاءِ خُصُوْمِهِ عَنْهُ یعنی اس تصور کے سبب کہ مظلوم فریق کے راضی کرنے کا امکان نہ رہا تھا۔ اور اس نے راہب کو اس بناء پر قتل کیا کہ جب میری توبہ ہی قبول نہیں ہے تو ننانوے کے بجائے سو پورا کر دو۔

(۳) **ایک اشکال اور اس کا جواب :** علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اس شخص کی مغفرت پر ایک اشکال اصول شرع کے مطابق وارد ہوتا ہے اور وہ یہ ہے فَإِنَّ حُقُوْقَ بَنِيْ آدَمَ لَا تَسْقُطُ بِالتَّوْبَةِ بَلْ تَوْبَتُهَا أَدَاءُهَا إِلَى مُسْتَحِقِّيْهَا کیونکہ حقوق العباد صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے جب تک کہ اہل حقوق کو راضی نہ کیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے إِنَّ اللهَ تَعَالٰى إِذَا رَضِيَ عَنْ عَبْدِهٖ وَ قَبِلَ تَوْبَتَهُ أَرْضٰى عَنْهُ خُصُوْمَهُ وَ رَدَّ مَظَالِمَهُ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے خوش ہو جاتے ہیں اور اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں تو اس کی جانب سے اہل حقوق کو راضی کر دیں گے اور اہل حقوق کے حقوق کو اس بندہ کی طرف سے خود ادا فرمادینگے۔

(۴) **فضل بصورت عدل :** گناہ کی بستی کو دور کرنے کا اور صالحین کی بستی کو قریب کرنے کا جو حکم فرمایا فَهٰذَا فَضْلٌ فِيْ صُوْرَةِ عَدْلٍ پس یہ فضل ہے عدل کی صورت میں۔

(۵) صالحین کی بستی سے صرف ایک بالشت زیادہ قریب ہونے پر اس کی مغفرت دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت پر طالب توبہ کے لئے۔ پھر تائب پر کس درجہ رحمت نازل ہوگی۔ رزقنا اللہ تعالیٰ توبۃ نصوحاً اللہ تعالیٰ ہم سب کو توبۂ صادقہ خالصہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

(۶) وفی روایۃ لمسلم فَدُلَّ عَلٰى رَجُلٍ عَالِمٍ فَقَالَ فَإِنَّ بِهَا أُنَاسًا يَعْبُدُوْنَ اللهَ فَاعْبُدِ اللهَ مَعَهُمْ الخ ، مسلم کی روایت سے معلوم ہوا کہ وہ دوسرا آدمی عالم تھا جس نے کہا تھا کہ فلاں بستی میں کچھ بندے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں تم بھی ان کے ساتھ جا کر عبادت میں مشغول ہو جاؤ۔

(۷) فِيْهِ تَفْضِيْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ اس حدیث سے عالم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے عابد پر۔

تشریح حدیثِ مذکور: } از فتح الباری شرح بخاری ج ۶ ص ۵۱۷ از علامہ ابن حجر عسقلانیؒ

(۱) علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ جس آدمی نے اتنے قتل کئے تھے اور جن جن لوگوں کا اس واقعہ میں ذکر ہے ان کے ناموں سے میں واقف نہیں ہوں۔ لفظ راہب سے اشارہ ہے کہ وہ شخص دینِ عیسوی پر تھا۔

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی میں روایت ہے کہ صالحین کی بستی کا نام نَصرہ تھا اور دوسری بستی کا نام کَفَرہ تھا۔ حضرت قتادہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لَمَّا اَتَاهُ الْمَوْتُ نَاءَ بِصَدْرِهٖ ۔ نَاءَ اَیْ مَالَ اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ طَلَبَهَا یعنی جب اس کو موت آنے لگی تو اپنا سینہ کھینچ کر صالحین کی اس بستی کی طرف کچھ اور قریب کر دیا۔ احقر عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی اس ادائے بندگی پر فضل فرما دیا اور صالحین کی اس بستی کو حکم دیدیا تَقَرَّبِیْ کہ لے زمین تو قریب ہو جا اور معصیت کی بستی کو حکم فرمایا تَبَاعَدِیْ یعنی تو دُور ہو جا۔ صالحین کی بستی پر کیونکہ اہلِ تقرب تھے اس لئے اس کو خطاب بھی تقرب سے کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فضل پر بے ساختہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی کا شعر یاد آگیا ؎

حسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سب انتظام ہوتا ہے اور بندوں کے اعمال اس کے لئے محض بہانہ ہوتے ہیں۔

(۳) علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے مشروعیت توبہ جمیع کبائر سے ثابت ہوتی ہے۔

(۴) اور اشکال مسئلہ حقوق العباد کا حل یہ تحریر فرماتے ہیں کہ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اِذَا قَبِلَ تَوْبَةَ الْقَاتِلِ تَكَفَّلَ بِرِضَاءِ خَصْمِهٖ یعنی اللہ تعالیٰ نے جب قاتل کی توبہ کو قبول فرمایا تو اس کی طرف سے اہلِ حقوق کو راضی کر دینے کے لئے کفیل ہو جائیں گے۔

(۵) اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ملائکۂ رحمت اور ملائکۂ عذاب کا کبھی اللہ تعالیٰ کے بندوں کے بارے میں اختلاف ہو جاتا ہے اس بات میں کہ اس کو مطیع لکھیں یا عاصی حَتّٰی یَقْضِیَ اللّٰهُ بَیْنَهُمْ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماتے ہیں۔

(٦) اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس زمین پر انسان کسی معصیت میں مبتلا ہو جائے اس زمین سے ہجرت مستحب اور افضل ہے دو وجہ سے:۔

(۱) اس زمین پر اس گناہ کی پھر اس کو یاد آئے گی اور فتنہ میں مبتلا ہو جائے گا۔

(۲) یا اس وجہ سے کہ گناہوں کے آثار و نشانات اس کو دوبارہ اس گناہ پر اعانت کریں گے اور برانگیختہ کریں گے چنانچہ بعض روایتوں میں ہے کہ وَلَا تَرْجِعْ إِلَى أَرْضِكَ فَإِنَّهَا أَرْضُ سُوْءٍ فَفِيْهِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ التَّائِبَ يَنْبَغِيْ لَهٗ مُفَارَقَةُ الْأَحْوَالِ الَّتِيْ اِعْتَادَهَا فِيْ زَمَنِ الْمَعْصِيَةِ وَالتَّحَوُّلُ مِنْهَا كُلِّهَا وَالْاِشْتِغَالُ بِغَيْرِهَا.

ترجمہ: ایک روایت میں ہے کہ اس شخص سے کہا گیا کہ تو اس زمین پر دوبارہ مت لوٹنا کیونکہ وہ زمین تیرے حق میں بری ہے پس اس روایت میں یہ اشارہ موجود ہے کہ جو شخص کسی گناہ سے توبہ کرے اس کو چاہیئے کہ وہ اس گناہ کے لئے جن جن حالات کا زمانہ معصیت میں عادی تھا ان سے مفارقت اختیار کرلے اور کلی طور پر اپنا رخ پھیر لے اور اسباب معصیت سے دور ہو کر دوسرے جائز مشغلوں میں اپنے کو مصروف کردے۔

(۷) فیہ فضل العالم علی العابد اور اس حدیث سے عالم کی فضیلت عابد پر ثابت ہوتی ہے۔ (فتح الباری، ج ٦، ص ۵۱۸)

تشریح حدیث مذکور از شرح مسلم للعلامہ محی الدین ابو زکریا النووی (ج ۲، ص ۳۵۹)

قَالَ الْعُلَمَاءُ فِيْ هٰذَا اِسْتِحْبَابُ مُفَارَقَةِ التَّائِبِ الْمَوَاضِعَ الَّتِيْ أَصَابَ بِهَا الذُّنُوْبَ وَأَنْ يَّسْتَبْدِلَ بِهِمْ صُحْبَةَ أَهْلِ الْخَيْرِ وَالصَّلَاحِ وَالْعُلَمَاءِ وَيَتَأَكَّدُ بِذٰلِكَ تَوْبَتُهٗ۔

ترجمہ: اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو شخص کسی گناہ سے توبہ کرے وہ اس گناہ کے مقامات سے اور اس گناہ پر مائل کرنے والے اشخاص سے مفارقت اختیار کرے اور ان برے لوگوں کے بدلے اہل خیر اور اہل صلاح اور علماء کی صحبت اختیار کرے۔ ان اعمال کی برکت سے اس کی توبہ مضبوط ہو جائیگی۔

روایت ابن ماجہ:

ابن ماجہ ص ۱۹۲ پر اس حدیث میں اس عبارت کا بھی اضافہ ہے۔ أُخْرُجْ مِنَ الْقَرْيَةِ الْخَبِيْثَةِ الَّتِيْ أَنْتَ فِيْهَا إِلَى الْقَرْيَةِ الصَّالِحَةِ۔

ترجمہ: اس عالم نے اس قاتل سے کہا کہ تو اس خبیث بستی سے جس میں کہ تو ہے نکل جا فلاں صالحین کی بستی کی طرف۔

فائدہ: بخاری شریف کی اس حدیث سے مقبولانِ بارگاہِ الٰہی اور اہل اللہ کی عظمتوں کا پتہ چلتا ہے جنہوں نے اپنی خاک کو خالقِ افلاک پر فدا کیا۔
ایسی مبارک ہستیوں کی قیمتوں کا کیا کہنا ہے کہ جس زمین پر ایسے لوگ رہتے ہیں اس زمین کی برکت کا یہ عالم ہے کہ سو قتل کے مجرم کی مغفرت اور اس پر رحمت کا نزول اور اس کی توبہ کی قبولیت جبکہ اس قادرِ مطلق اور غفار اور توّاب اور ارحم الراحمین کی طرف سے ہر زمین پر ممکن تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایاتِ خاصہ اور الطاف وکرم کے ظہور اور نزول کے لئے اہل اللہ کے رہنے سہنے کی زمین کو تجویز فرمایا۔ سبحان اللہ! جو اللہ کا ہو جاتا ہے وہ مالک کریم اس کی خاک کو تو عزت دیتا ہی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اس زمین کو بھی عزت بخشتا ہے جہاں ایسے مقبول بندے رہتے ہیں اور اس کی قیمت کا اندازہ حدیث مذکور سے ہوتا ہے۔ برعکس اس کے جو لوگ اپنی مٹی کو مٹی کی حسین صورتوں پر مٹی کے پراٹھوں اور کبابوں پر، مٹی کے مکانوں اور مٹی کے نوٹ کی گڈیوں پر اور مٹی کے لباسوں پر اور مٹی کے بنگلوں اور موٹروں پر فدا ہو کر اپنے خالق اور مالک کو بھول گئے ان کی خاک ان تمام مٹیوں کے ساتھ مل کر مٹی ہو گئی۔ قیامت کے دن ان کی مٹی کے ساتھ یہی مٹیاں مثبت ہو جائیں گی اور میزان مٹی ہی آئے گا اور ان کی مٹی کا تمام مجموعہ مٹی ہوگا۔ جیساکہ سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے ۔۔۔ وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے
حیات دو روزہ کا کیا عیش وغم ۔۔۔ مسافر رہے جیسے تیسے رہے

احقر کو اپنا ایک پرانا شعر یاد آیا ؎

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پر دیا جس نے جوانی کو

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

گر ز صورت بگذری اے دوستاں
گلستان است گلستاں است گلستاں
ایں شراب و ایں کباب و ایں شکر
خاکِ رنگین است و نقشیں اے پسر
ہندی و قبچاقی و ترکی و حبش
جملہ یک رنگ اند اندر خاک وخش

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صالحین اور اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنے کی توفیق بخشیں اور انکی مبارک صحبتوں کے ثمرات وبرکات اور انوار سے ہم سب کو نوازش فرمائیں۔ (آمین)۔

لڑکیوں کی پرورش کی فضیلت

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے تین لڑکیوں یا تین بہنوں کے اخراجات برداشت کیے اور اُن کو ادب سکھلایا اور رحم و شفقت کا برتاؤ کیا یہاں تک کہ وہ اُس کے خرچ سے بے نیاز ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنّت واجب فرمادیں گے۔

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر دو لڑکیاں یا دو بہنیں ہوں جن کی پرورش کی ہو تو اس بارے میں کیا حکم ہے۔ فرمایا "اس کے لئے بھی یہی فضیلت ہے"۔ راوی کہتے ہیں کہ اگر ایک لڑکی کے بارے میں سوال کیا جاتا تو آپ ایک کے لئے بھی یہی فضیلت بتاتے۔ (مشکوٰۃ)

حضورؐ نے فرمایا کہ افضل ترین صدقہ یہ ہے کہ تم اپنی لڑکی پر خرچ کرو، جو طلاق کی وجہ یا بیوہ ہو کر تمہارے پاس (شوہر کے گھر سے) واپس آگئی کہ تمہارے علاوہ کوئی اس کے لئے کمائی کرنے والا نہیں ہے۔

فہرست مجازین

عارف باللہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی مدظلہم العالی صدر دار العلوم کراچی

عارف باللہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب عارفی مدظلہم العالی صدر دار العلوم کراچی کے حکم سے حضرت والا کے مجازینِ بیعت اور مجازینِ صحبت کی فہرست ہر سال 'البلاغ' میں شائع ہوتی ہے، اس مرتبہ حضرتِ والا نے اس میں کچھ حذف و اضافہ بھی فرمایا ہے، لیکن متعلقہ حضرات کے پتوں میں بھی تبدیلی ہوئی ہے۔ اب یہ تازہ ترین فہرست ہے جس کو پہلی فہرستوں کیلئے ناسخ سمجھنا چاہیئے ــــــــ فاروق القاسمی

مجازینِ بیعت:

جن احباب کو اجازتِ بیعت دی گئی ان کے نام اور پتے درجِ ذیل ہیں:-

۱۔ جناب مولوی نذیر احمد صاحب۔ مدیر جامعہ اسلامیہ امدادیہ حبیب شہید کالونی، فیصل آباد۔

۲۔ جناب مولوی عبدالرزاق ہاشمی صاحب۔ مدرس جامعہ اسلامیہ محمودیہ مانسہرہ ضلع ہزارہ۔

۳۔ جناب مولوی سبحان محمود صاحب۔ استاذ حدیث دارالعلوم کورنگی. کراچی ۱۴

۴۔ جناب مولوی شرف علی صاحب۔ مدیر دارالعلوم اسلامیہ کامران بلاک، لاہور۔

۵۔ جناب مولوی محمد رفیع صاحب عثمانی۔ مہتمم دارالعلوم کورنگی، کراچی ۱۴

۶۔ جناب مولوی محمد تقی صاحب عثمانی۔ نائب مہتمم دارالعلوم کورنگی، کراچی ۱۴

۷۔ جناب حافظ ابرارالحق صاحب، خطیب و امام جامع مسجد، فیڈرل کیپٹل ایریا۔ کراچی ۱۹

۸۔ جناب ڈاکٹر حافظ محمد الیاس صاحب۔ مینیجنگ ڈائرکٹر ہمدرد وقف، ۲-۔ ڈی/۴ سٹیڈیم روڈ۔ چاندنی چوک۔ کراچی۔

۹۔ جناب حافظ عتیق الرحمٰن صاحب۔ ڈائرکٹر فائنانس ہمدرد وقف۔ سی۔ ۱۰، بلاک ایچ۔ شمالی ناظم آباد۔ کراچی۔

۱۰۔ جناب آدم بھائی پٹیل صاحب۔ فاطمہ منزل، ۲۲/اے۔ ۷، ناظم آباد۔ کراچی۔

۱۱۔ جناب محمد کلیم صاحب۔ فرودگاہِ رضوان، ۵/۲ الیف، ناظم آباد نمبر ۲۔ کراچی۔

۱۲۔ جناب رفعت احمد خان صاحب۔ ناظم نشر و اشاعت عائشہ باوانی وقف، یو-۴۹، بلاک نمبر ۲، پی۔ ای۔ سی۔ ایچ۔ ایس۔ کراچی۔

۱۳۔ جناب ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب۔ اناج بازار۔ سکھر۔

۱۴۔ جناب علی حماد رضا صاحب۔ بی ۱۰۵، این بلاک، شمالی ناظم آباد۔ کراچی۔

۱۵۔ جناب مولوی عبدالرزاق صاحب، بالمقابل مسلم کمرشیل بینک، کوہاٹ سٹی۔

۱۶۔ جناب مولوی عبدالرحمٰن افغانی صاحب (مرحوم)، عرشی مسجد، سیٹلائٹ ٹاؤن۔ راولپنڈی۔

مجازینِ صحبت:

جن احباب کو مجازِ صحبت بنایا گیا، ان کے نام اور پتے درج ذیل ہیں:-

۱۔ جناب مظفر احمد اشرف صاحب، ۳۰ بی۔ مولوی تمیز الدین خان روڈ۔ لالہ زار۔ کراچی۔

۲۔ جناب عابد حسین زبیری صاحب۔ ڈی ۴۷، بلاک ایچ، شمالی ناظم آباد۔ کراچی۔

۳۔ جناب سید اختر حسن صاحب۔ ۲۲۰۔ بی۔ بلاک ۲۔ پی۔ ای۔ سی۔ ہاؤسنگ سوسائٹی۔ کراچی نمبر ۲۹

۴۔ جناب رحمت علی صاحب۔ خیابانِ قائد اعظم بی ۹/۲، ۳ بی۔ اسلام آباد۔

۵۔ جناب دبیر علی صاحب۔ ۵۹۔ زبیدہ۔ ۵، بلاک ۶، پی ای سی ایچ ایس۔ کراچی۔

تجدیدِ اجازت:

بعض خاص احباب ایسے ہیں جو اپنے بزرگانِ سلسلہ کے مجازین ہیں، احقر کے ساتھ ان کو مدت مدید سے ارادت و محبت ہے، ان کی تقویتِ خاطر کیلئے اپنی طرف سے بھی ان کو مجاز بنایا ہوں۔ واللہ الموفق۔

۱۔ جناب حکیم سید محمد ابراہیم صاحب غریب آباد سکھر (مجازِ حضرت ماسٹر تائن علی صاحبؒ)

۲۔ جناب ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب۔ اناج بازار۔ سکھر (مجاز حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ)

۳۔ جناب مولوی محمد اسحٰق صاحب سندیلوی، ۱۷، ۱۸ بلاک ۱ گلشن اقبال کراچی (مجاز حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ)

۴۔ جناب مولوی محمد احمد صاحب ۴۲، اے، بلاک ایچ، شمالی ناظم آباد۔ کراچی (مجاز حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

۵۔ جناب ظفر احمد صاحب تھانوی (مرحوم) انجینئر بحری۔ سی/۱/۱، بلاک اے، شمالی ناظم آباد کراچی (مجاز حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ)

۶۔ جناب مولوی ولایت حسین صاحب بلاک ۲ سب بلاک ای پلاٹ ۱ روڈ ۲، ناظم آباد۔ کراچی (مجاز مولوی حبیب الرحمٰن صاحبؒ)

۷۔ جناب مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب، مدرسہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی (مجاز حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ)

مولانا ابو علی
اعظم گڈھ ۔ بھارت

قاضی عبدالغفار صاحب کی سکریٹری شپ کے زمانہ میں انجمن ترقی اُردو کی طرف سے انہی کی قیادت میں اُردو کی دستخطی مہم کا اعظم گڈھ میں دوسرا دَور شروع ہوا تو اس کے انچارج مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی اڈیٹر ’معارف‘ تھے، اور اس کے خاص ورکر اعظم گڈھ کے مشہور معروف اور مقبول حکیم اسحاق صاحب قبلہ، جناب یحییٰ اعظمی اور خاکسار تھا، یہ مُہم اعظم گڈھ میں بہت کامیاب رہی، اور قریب ۵۰ ہزار کے دستخط اکٹھا کر کے مرکزی آفس کو بھیجے گئے، اس پر انجمن کی طرف سے ’ہماری زبان‘ میں یہاں کے کارکنوں کی محنت وجانفشانی کو خاص طور سے سراہا گیا، اور جب قاضی عبدالغفار صاحب انجمن کے دَورہ کے سلسلہ میں، اعظم گڈھ آئے، تو اُس وقت اتفاق سے تنہا میں ہی موجود تھا، مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی نے خاص طور سے مجھ کو قاضی صاحب سے مِلایا؛ اور کہا کہ اعظم گڈھ کی دستخطی مہم کے ایک سرگرم ورکر یہ بھی تھے۔ قاضی صاحب نے بڑی مسرت کا اظہار کیا، اور فرمایا کہ ابھی تو کام کی ابتداء ہے، آپ لوگوں کو اُردو کے لئے ابھی بہت کچھ کرنا ہے، ہم نے شہر میں کام ختم کر لیا، تو مضافات، قصبات، اور دیہات کے دَورے شروع کر دیئے، حکیم صاحب کے حکم سے اس سلسلہ میں ایک صاحب کو لیکر کو پا گنج گیا، دو تین روز میں ہم اس کام سے فارغ ہو گئے، تو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقرب ترین ومحبوب ترین خلیفہ مولانا وصی اللہ صاحب فتح پوری کی زیارت وملاقات کا یکایک شوق پیدا ہو گیا، جو یہاں سے تین چار میل

کے فاصلہ پر اپنے گاؤں فتح پور تال نرجا میں قیام فرماتے، اس کی تمنا مجھ کو اُس زمانہ سے تھی، جب وہ خانقاہ تھانہ بھون میں تیس۳۰ برس قیام کے بعد، اپنے وطن میں آگئے تھے، اور یہیں سے اپنے خواجہ تاش مولانا سید سلیمان ندوی کی ملاقات کے لئے دار المصنفین تشریف لایا کرتے تھے، اور مجھے دور سے اُن کی زیارت نصیب ہوتی تھی، ایک مرتبہ وہ کتب خانہ میں سید صاحب کی نشست کے قریب ہی، فرش پر بیٹھ کر حدیث کی کتابوں کا، جس کا بہت اچھا ذخیرہ سید صاحب نے اپنے ذوقِ حدیث سے اکٹھا کر لیا تھا، جائزہ لے رہے تھے، چوتھی الماری میں حدیث کے علاوہ ایک اور فن کی بھی کتابیں لیکن پہ اوپر کے خانوں میں تھیں اس پر مولانا نے اعتراض کیا تو سید صاحب نے مزاحاً جواب دیا کہ اس سے پہلے کی الماری اوپر سے دیکھتے آیئے، تو آپ کی نظر پہلے انہی حدیث کی کتابوں پر پڑیگی، اس کے بعد یہ الماری بھی حدیث کی کتابوں سے بھر گئی۔

حدیث کے کسی مسئلہ پر گفتگو شروع ہوئی، تو سید صاحب نے پھر مزاح فرمایا کہ آپ لوگ توجہ سے پڑھتے نہیں ہیں چھپتے ہیں، یہ درحقیقت ارباب دیوبند کے حنفیت میں غلو کی طرف اشارہ تھا، اور پھر اپنے ندوہ کی طالب علمی کے زمانہ کا ایک واقعہ بیان کیا کہ میرے ہم درس ساتھیوں میں کچھ غالی حنفی تھے، اور کچھ مائل الی الحدیث، میرا شمار آخر الذکر میں تھا، درجہ میں یہ دونوں قسم کے لڑکے روز اسباق میں الجھتے اور سوال و جواب کرتے تھے، آخر میں دونوں درجہ سے اُٹھ کر ثبوت کے لئے کتابوں کی طرف دوڑتے تھے، ایک امام طحاوی اور حافظ عینی کا سہارا ڈھونڈتے تھے، اور میں حافظ ابن حجر کی فتح الباری کی پناہ لیتا تھا، اسی سلسلہ میں میں نے اس کا مقدمہ بھی پڑھا، جس کا نتیجہ امام بخاری پر الندوہ میں میرا وہ مضمون ہے، جس کو اُس دور کے بہت سے اہلِ نظر نے پسند کیا، جن میں مولانا حالی بھی تھے۔

مولانا تھانوی کی وفات کے بعد، ایک مرتبہ جناب سید صاحب قبلہ نے مولانا کے ہندوستان بھر کے تمام ممتاز وسربرآوردہ خلفاء ومجازین بیعت کو شبلی منزل میں مدعو کیا، مولانا وصی اللہ صاحب سب سے قریب ہو کر سب کے بعد آئے، اُس وقت خواجہ عزیز الحسن صاحب المتخلص بہ مجذوب کی مسرت دیکھنے کے قابل تھی، ان کی شان میں خوب خوب اشعار پڑھ کر اپنے جذبات مسرت کا اظہار فرمارہے تھے، دراصل ان پر فدا ہو رہے تھے کہ گویا خود مولانا تھانوی ہی تھانہ بھون سے زندہ ہو کر آگئے ہیں، ان خلفاء کا یہ مقدس اجتماع کئی روز تک رہا، جن کی نورانی صورتیں دیکھ کر، اور ان کی صحبتوں میں بیٹھ کر ایمان تازہ ہو جاتا تھا۔

میں نے ایک زمانہ میں مولانا شاہ معین الدین ندوی کی فرمائش سے روزنامہ منشور دہلی میں مولانا عبد الغنی پھولپوری اور مولانا فتح پوری پر کحل البصر کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا، اُس وقت آخر الذکر کا قیام گویا گنج میں اپنے ایک مقرب ترین مسترشد جناب ظہیر دلال صاحب کے مکان کے

قریب کی ایک کہنہ اور شکستہ مسجد میں تھا، اور وہیں سے اُن کا دریائے فیض جاری تھا چند ہی سال میں وہاں کے لوگوں میں ایک زبردست دینی انقلاب پیدا ہوگیا، مدّت کے عادی جواری، شرابی، زانی، فسق و فجور میں دن رات گذارنے والے منہیات و ممنوعات سے تائب ہی نہیں تسبیح و تہلیل کے خوگر اور تہجد گذار ہو گئے، اُن کی صورتیں اس قدر نورانی، ان کی عادتیں اس قدر مہذب، ان کے اطوار اس قدر شائستہ اور ان کے خصائل اس قدر پاکیزہ ہو گئے، کہ بس دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا، رجوع الی اللہ کا یہ عالم ہوا کہ اذان کی آواز اُن کے کانوں میں پہنچی نہیں کہ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے مسجد میں پہنچکر بارگاہ ایزدی میں سر بسجود ہو گئے، اُن کا حال دیکھ کر کوئی اندازہ ہی نہیں کر سکتا تھا کہ اُن کا ماضی کبھی بڑا تاریک، اور مَن نفرت اور قابلِ ملامت رہا ہوگا۔

پلٹ دی بس اک آن میں اُن کی کایا

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم، جس کا منظوم ترجمہ مولانا ظفر علی خان نے کیا خوب کیا ہے:

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

بس اُن کی زندگی اسی آیۂ کریمہ کی پوری تفسیر تھی، انہوں نے مولانا کی ہدایت سے اپنے کو بدلنا چاہا، تو اللہ نے ان کو ایسا بدل دیا۔ کہ پچھلی زندگی سے ان کو کوئی نسبت ہی باقی نہیں رہ گئی۔

پھر مولانا یہاں سے اُٹھ کر اپنے گاؤں تال زجا چلے گئے، اور وہیں قیام پذیر ہو گئے، وہیں انہوں نے خانقاہ بنوائی، عربی کا بہت بڑا مدرسہ قائم کیا، رشد و ہدایت کے ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا، اونچے درجے کے طلبہ کو پڑھانا اپنے ذمہ رکھا، جس کے لئے باقاعدہ اوقات مقرر تھے، قریب ہی ایک چھوٹی سی خس پوش مسجد تھی، جس میں باقاعدہ جماعت کے ساتھ نمازیں ہونے لگیں، خود مولانا مقتدی ہوتے، اور کوئی اس سلسلہ کا امام، عجیب رونق اور دینی چہل پہل پیدا ہوگئی تھی۔

جب اُن کے گاؤں جانے کا خیال پیدا ہوا، تو یہی اُن کے کوپا گنج کے قدیم میزبان اور مسترشد ظہیر دلال یاد آئے، میں نے اُن سے ذکر کیا تو وہ رہنمائی کے لئے تیار ہو گئے، اگرچہ فتح پور تال زجا مسافت کے لحاظ سے کوپا گنج سے بہت قریب ہے، لیکن یہاں سے وہاں تک جانے کے لئے کوئی بھی باقاعدہ راستہ نہیں ہے، اور نہ پیدل آمد و رفت کا سلسلہ قائم ہے، اس لئے کوپا گنج سے وہاں پیدل جانا گویا ہفتخوان رستم کاٹنے کرنا تھا، راستہ اتنا پُرپیچ اور اس میں اتنا نشیب و فراز تھا اور قدم قدم پر اتنے ندی نالے تھے کہ خدا کی پناہ، ایک نالہ کسی طرح ـــــ پار کرتے تھے کہ دوسرا نالہ آجاتا تھا کہ آج بھی اُس کے تصور سے وحشت ہوتی ہے، بہرحال ہم شوق زیارت میں ظہیر دلال جیسے خضر راہ کی رہنمائی میں کسی طرح گرتے پڑتے، افتاں و خیزاں، آبِ حیوان تک پہنچ ہی گئے۔

مولانا کا ذاتی مکان کسی قدر گاؤں سے دُور ایک طرف دو منزلہ الگ تھلگ تھا، اس کے پیچھے طرف چند خام کمروں پر مشتمل مدرسہ تھا، ایک چھوٹی سی نیم پختہ مسجد تھی، اور اس کی پشت پر چہار طرف چند کمروں، اور برآمدوں پر مشتمل خام خانقاہ تھی، ہم جب وہاں پہنچے، تو معلوم ہوا بالاخانہ پر منتہی طلبہ کو حدیث کا درس دے رہے ہیں، ہم مسجد میں چلے گئے، وہاں ایک صاحب آئے، پوچھا کہ آپ لوگ کہاں سے آرہے ہیں، اور کیا کھائیں گے۔ ہم نے کہا کہ گوپا گنج سے آرہے ہیں، اور کھانے کا انتظام ہے، ظہیر دلال نے اپنے طور پر درس کے بعد کسی طرح ہماری مولانا سے ابتدائی ملاقات طے کرلی تھی، ہم جب دوبارہ مولانا کے مکان پر گئے، تو زینہ کا دروازہ جو ایک وسیع برآمدے کے ایک گوشہ میں تھا، اندر سے بند تھا، لیکن مولانا ہم لوگوں کی آہٹ پاکر دروازہ کھول کر بالاخانہ پر چلے گئے، ہم جوتا پہنے ہوئے اوپر چلے گئے، اور دروازہ پر اتار کے مولانا کے کمرے میں پہنچ گئے، جس میں دری کا نہایت عمدہ فرش بچھا ہوا تھا، اور اسی کے ایک گوشہ میں ایک ایک پر کئی قالینیں بچھی ہوئی تھیں، اس پر مولانا مسند لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔

دیوار سے لگی ہوئی دیوار کی ایک چھوٹی سی الماری تھی، جس میں مولانا تھانویؒ کے مواعظ، ملفوظات اور افاضات کی جلدیں بہت قرینہ سے رکھی ہوئی تھیں، ہم سلام کرکے مولانا کے سامنے بیٹھ گئے، اب مولانا ہم کو دیکھ رہے تھے، اور ہم مولانا کو، ایک مکمل سکوت طاری تھا، اس مہر سکوت کو توڑنے کے لئے میں نے پہل کی، اور عرض کیا کہ جب مولانا سید سلیمان ندوی اعظم گڈھ میں تھے تو آپ کبھی کبھی ان کی ملاقات کے لئے جایا کرتے تھے۔ مَیں نے سمجھا تھا کہ سید صاحب کا نام لینے سے فرطِ تعلق کی بنا پر مولانا گل افشانیوں کا سلسلہ جاری ہو جائے گا، لیکن مولانا اثبات میں جواب دے کر پھر خاموش ہوگئے، مولانا کے شاید کھانے کا وقت ہو رہا تھا، ظہیر دلال کے اشارہ سے ہم لوگوں نے اٹھنا چاہا تو فرمایا کہ ظہر بعد فوراً اسی جگہ مجلس وعظ ہوتی ہے، اس میں آپ لوگ ضرور شرکت کیجئے، ہم کمرے سے نکلے تو جوتے زینہ کے دروازے سے بھی دور برآمدہ کے نیچے ملے، ظہر کی نماز میں ابھی کچھ دیر تھی، ہم سیدھے خانقاہ میں پہنچ گئے، جہاں معتقدین کمروں میں اور برآمدوں میں چارپائیوں پر اور فرش پر بیٹھے اوراد و وظائف و تلاوت قرآن، اور مناجات مقبول وغیرہ پڑھنے میں مصروف تھے۔ ہم بھی ایک کمرہ میں جس میں پیال بچھا ہوا تھا، جاکر بیٹھ گئے، جونہی ظہر کی اذان ہوئی، ہم مسجد میں پہنچ گئے۔ جب قریب قریب تمام سُنتیں پڑھ کر فارغ ہوگئے، اور جماعت کا وقت آیا، تو مولانا مسجد میں داخل ہوئے، اور پہلے منتظمین سے ہم لوگوں کے کھانے پینے کے متعلق دریافت فرمایا، جب اس کی طرف سے ان کو اطمینان ہوگیا، تو پہلی صف میں امام کے پیچھے جہاں ان کے لئے خاص طور سے جگہ خالی رہتی ہے، شامل ہوگئے، اور فرض نماز پڑھ کر فوراً ہی واپس چلے گئے، ہم جب اطمینان سے سُنتیں پڑھ کر، مولانا کے مکان پر آگئے، تو برآمدہ کے اندر اور باہر جوتوں کا ایک انبار دیکھا، اوپر بالاخانہ پر پہنچے تو وہ بھر چکا تھا، ہم دروازہ ہی کے پاس بیٹھ گئے، لیکن مولانا نے

ہم کو دیکھ لیا، اور بالکل اپنے قریب سامنے بٹھایا، مولانا نے الماری سے مواعظ و ملفوظات کی ایک ایک جلد نکال کر، جس میں پہلے سے نشان لگا ہوا تھا، اقتباسات سُنانا شروع کر دیئے، اور درمیان میں کچھ کچھ اپنی طرف سے بھی فرماتے جاتے تھے، اسی دوران میں انہوں نے فرمایا کہ یہ عجیب بات ہے کہ میرے قرب وجوار کے ہندو مجھ سے زیادہ عقیدت رکھتے ہیں، میں نے خود اپنے کانوں ان کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ جب یہ بڑے مولوی صاحب اس گاؤں میں ہیں، ہم پر کوئی آفت نہیں آسکتی، نہ سیلاب آسکتا ہے، نہ آگ لگ سکتی ہے، یہ بڑے ہی دھرماتما ہیں، وغیرہ وغیرہ، لیکن مسلمان مجھ سے اتنی عقیدت نہیں رکھتے، حالانکہ میرے مخاطب وہی ہیں، انہی کو میں وعظ و تلقین کرتا ہوں، کتاب و سنّت کی باتیں بتاتا ہوں، مولانا تھانوی کے مواعظ و ملفوظات سُناتا ہوں، اصل چیز عقیدت ہی ہے، اسی سے فائدہ پہنچتا ہے۔

غیر مسلموں کے اخلاق کا تذکرہ مولانا کی زبانی مولانا جامی کی روایت سے معارف حق ماہ اپریل ۱۹۷۰ء میں آیا ہے، مولانا جب الٰہ آباد مستقل قیام کے لئے تشریف نہیں لائے تھے، اس سے پہلے کا واقعہ ہے، وہ ایک مرتبہ اپنی کسی تکلیف کے سلسلہ میں حکیم فخر صاحب مرحوم کے پاس الٰہ آباد آئے تھے واپسی کے وقت ریل کے جس ڈبہ میں ہم سوار ہوئے اس میں بظاہر سب معزز ہی لوگ سوار تھے ان میں اکثر غیر مسلم تھے، انہوں نے مولانا کا بستر ایک سیٹ پر بچھا دیا، اس پر مولانا بیٹھ گئے، اس کے بعد ایک آدمی آیا اور مولانا ہی کے بستر پر بیٹھنا چاہا، مولانا نے پوری فراخ دلی کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت دیدی، اور وہ بیٹھ گیا، ان میں ایک مسلمان بھی تھے، جن کو مولانا پہچان نہیں سکے، کچھ دیر کے بعد وہ خود ہی مولانا کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنا تعارف کرایا، کہ میں اسٹیشن ماسٹر ہوں، اور ایک صاحب سے جو آپ کے یہاں اکثر آتے جاتے ہیں، میرے بڑے تعلقات ہیں، انہی کے ذریعہ میں آپ سے واقف ہوا، جہاں تک آپ چلیں گے، میں بھی ساتھ ساتھ چلوں گا۔ راستہ کے تمام اسٹیشنوں کے ذمہ داروں سے میری جان پہچان ہے، انشاء اللہ میری وجہ سے آپ کو بڑی راحت پہنچے گی۔ اس کے بعد اور لوگ بھی کھلے، اور آپ کی طرف متوجہ ہوئے، معلوم ہوا کہ یہ تمام لوگ مولانا ہی کے ضلع کے رہنے والے ہیں، اور غیر مسلم ہیں، کہنے لگے کہ ہمیں فخر ہے کہ ہمارے ضلع میں آپ جیسی ہستی موجود ہے۔ انہی لوگوں کے اشارے سے جو شخص مولانا کے بستر پر آکر بیٹھ گیا تھا، اُٹھ گیا۔

اسی طرح مولانا کو ایک کام پیش آگیا تھا، ایک غیر مسلم نے عرض کیا کہ میں اس کام کو انجام دیدوں گا، اور اُس نے بہت حُسن وخوبی کے ساتھ انجام بھی دیدیا، اس کے شکریہ میں مولانا کی زبانِ مبارک سے ابھی چند ہی الفاظ نکلے تھے کہ اُس نے کہا، شکریہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو میرا فرض تھا، اور یہی سمجھ کر میں نے اس کو انجام دیا ہے، میں نے خدانخواستہ آپ پر کوئی احسان نہیں کیا ہے۔

مولانا نے اپنی زندگی کے یہ دو واقعے بیان کرکے فرمایا کہ یہ غیر قوم کے لوگوں کے اخلاق

ہیں، جن کی بدولت وہ ترقی کر رہے ہیں، مگر میں مسلمانوں کو دیکھتا ہوں، خود سے مخاطب ہیں، کہ ان کے اخلاق نہایت خراب ہیں، اور دن بدن تنزّلی کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں، ان کو اپنی چیز کی کوئی قدر نہیں ہے، اور اپنی ہی چیز کو برا کہتے ہیں، ان کو ذرہ بھی باک نہیں ہوتا، نہ ان کو شریعت کا پاس ہے، نہ علماء کی قدر، جو منہ میں آتا ہے بکتے چلے جاتے ہیں، یہ بھلا کیا ترقی کریں گے۔

جب وہ نشان زدہ کتابوں کے تمام اقتباسات سُنا چکے، تو اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ فلاں حدیث کی کتاب وہاں رکھی ہوئی ہے، اٹھا لاؤ۔ ذرہ میں ان لوگوں کو جو اتنی دور سے آئے ہیں، کچھ حدیثیں تو سُنا دوں، چنانچہ مولانا نے پڑھ پڑھ کر، ہمیں کچھ حدیثیں سُنائیں، جس سے سب لوگ بہت محظوظ ہوئے، میں نے اس کو مولانا کے کشف پر محمول کیا۔ مَیں عملاً تو نہیں لیکن مسلکاً اور عقیدۃً اہلحدیث ہوں، مولانا نے اس کو کشف سے معلوم کر لیا، اور تنہا میرے ذوق کی تسکین کے لئے اُس وقت حدیث سُنانا بھی ضروری سمجھا، وعظ ختم ہوا تو ہم سب لوگوں کے بعد اُٹھے، لیکن مولانا نے اس وقت کچھ نہیں فرمایا، واپسی میں ہم کو اپنے جوتے، دروازہ کے بجائے نیچے برآمدہ میں ملے، پھر ہم خانقاہ میں وقت گذاری کے لئے چلے گئے، عصر کی اذان ہوئی، تو پھر ہم مسجد میں آ گئے، مولانا حسب معمول ٹھیک جماعت کھڑی ہونے کے وقت آئے اور اپنی جگہ پر جا کر صف میں شامل ہو گئے، اور نماز کے بعد فوراً واپس چلے گئے، ظہر و عصر دونوں نمازوں میں امام اُن کے بڑے داماد تھے: بہت صالح، متین، سنجیدہ اور باوقار۔

ظہیر دلال نے ہماری رخصتی ملاقات کل طے کر لی تھی، چنانچہ جب ملاقات کے لئے مولانا کے بالاخانے پر پہنچے، تو معلوم ہوا کہ مولانا اپنے خوابگاہ والے کمرے میں ہیں، ہم وہیں پہنچ گئے، مولانا ایک شاندار پلنگ پر پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے، اور سامنے دو تین نئی کرسیاں تھیں اُن پر ہم بیٹھ گئے، یہاں بھی پہلی ملاقات کا منظر تھا، ایک مکمل سکوت طاری تھا، مولانا ہم کو دیکھ رہے تھے، اور ہم مولانا کے نظارہ جمال و کمال میں محو تھے، اور دل میں خواہش تھی کہ کاش مولانا کچھ ہم لوگوں کو تلقین فرماتے، لیکن مولانا خاموش ہی رہے۔ ہمارے ساتھی نے اپنے بچوں کے لئے دُعا کی خواہش کی تو فرمایا کہ اس سے کچھ نہیں ہوتا، کبھی کبھی یہاں آیا کیجئے، اور یہاں سے مناسبت پیدا کیجئے، تو کچھ فائدہ ہوگا، میں ابکی مرتبہ کچھ نہیں بولا۔ ہم لوگ اُٹھنے لگے تو فرمایا کہ ہاں اب شام ہو رہی ہے، آپ لوگ فوراً روانہ ہو جائیے، ورنہ زحمت ہوگی، راستہ بڑا خراب ہے۔ ہم لوگ مولانا کی زیارت و ملاقات کی خوشگوار یاد لیکر اسی پُر پیچ و دُشوار گذار راستے سے روانہ ہو گئے، بعد مغرب ذرا اندھیرے میں بخیریت تمام کوپاگنج پہنچ گئے۔

یہ میری اور ان کی آخری ملاقات تھی، پھر ہزار خواہش و آرزو و تمنا کے باوجود مولانا کا نیاز حاصل نہ ہو سکا، اُن کا مین سفر حج کے دوران میں جہاز پر خلاف امید انتقال ہوا، اور ریڈیو سے خبر آئی تو میں تڑپ کر رہ گیا، اور فتحپور تال نرجا کی ملاقات و گفتگو کی تمام یادیں تازہ ہو گئیں۔
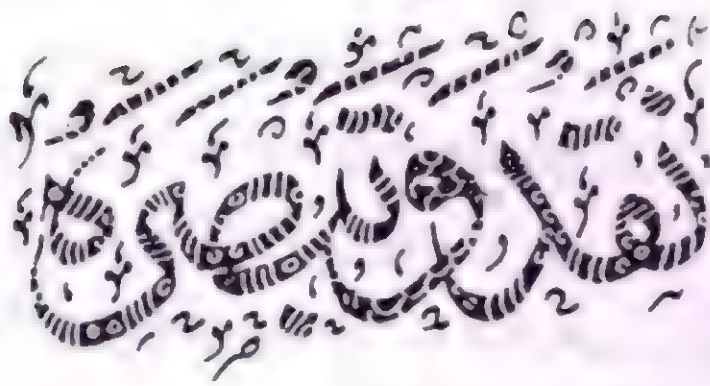
تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدوں کا آنا ضروری ہے۔

نام کتاب۔ خصائص نسائیؒ فی مناقب مرتضوی   ازامام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب صاحب السنن

سائز۔ ۱۸×۲۳/۸   کل صفحات۔ ۱۶۲   قیمت۔ درج نہیں

ناشر۔ مجلس تحفظ ناموس اہل بیت، کامرہ ضلع اٹک

خلیفۂ چہارم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی، داماد اور بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت، علم و فضل، شجاعت و جوانمردی، عدل و انصاف، عقل و دانش اور فکر و نظر میں ممتاز حیثیت عطا فرمائی تھی۔ آپ نے اسلام کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں دیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاص مشیروں میں شامل تھے، ان کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے دَور میں بھی آپ اس منصب پر فائز رہے، اللہ تعالےٰ نے سمجھ بوجھ اور نکتہ رسی میں آپ کو بلند مقام عطا فرمایا تھا۔

زیر تبصرہ کتاب حضرت علیؓ کے مناقب پر تحریر کی گئی ہے، کتاب عربی میں تھی مہر حسین نجاری صاحب نے اس کا اُردو ترجمہ کر کے شائع کیا ہے، افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اس کا اکثر مواد موضوع اور ضعیف روایات پر مبنی ہے اور بعض باتیں خلاف تحقیق بھی ہیں مثلاً حدیث نمبر، کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ میں نے اللہ کی نو برس عبادت کی پہلے اس سے کہ عبادت کرے اس کی کوئی اس امت میں سے (حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت حضرت علیؓ کی عمر تقریباً دس سال تھی) کیا آپ ایک برس کی عمر میں مسلمان ہوئے تھے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اترنے کا سلسلہ بھی قائم نہیں ہوا تھا۔   (ا-ا-غ-س)

نام کتاب ۔ اسلام اور مسیحیت حصہ اوّل تالیف ۔ شیخ محمد اکرم

سائز ۔ ۲۰×۳۰/۱۶ کل صفحات ۔۔ ۲۷۲ قیمت ۔ درج نہیں۔

ملنے کے پتے ۔ (۱) شیخ محمد اکرم ۔ سوداگر چرم ۔ دین گڑھ قصور (۲) سبحانی اکیڈمی ' اردو بازار ۔ لاہور

اسلام خدا کا سچا دین ہے ' اس کی سچائی اور حقانیت کے اپنے ہی نہیں غیر بھی معترف ہیں ۔ قرآن کریم کی تعلیم اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کے نزدیک بھی ہر دور میں قابل عمل اور دارین کی فوز و فلاح کا بہت بڑا ذریعہ رہی ہے ۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت نبی اور صاحب کتاب پیغمبر تھے ۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان و عظمت کو بیان کیا گیا ہے ۔ مرور ایام اور بار بار کی ترمیم و تنسیخ نے انجیل کی اصلی حالت تباہ کردی اور وہی انجیل جس میں انبیاء کرام کی تعریف و صفت لکھی تھی انبیاء کرام کی بابت ایسی گندی اور اخلاق و شرافت سے گری ہوئی باتوں کا مجموعہ بن گئی ہے جن کو پڑھ کر گھن آتی ہے اور شرافت سر پیٹ لیتی ہے

زیر تبصرہ کتاب دو ابواب پر مشتمل ہے ۔ پہلے باب میں اسلام مسیحیوں کی نظر میں ' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیسائی محققین کی نظر میں ' اسلام اور قرآن مجید کی بابت عیسائی اہل علم کی آراء ' قرآن مجید انسانی کلام نہیں ۔ ان سب عنوانات پر بڑے بڑے اہل علم اور صاحبانِ قلم کے خیالات درج ہیں جن کے پڑھنے سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ، اسلام اور قرآن مجید کی عظمت کے نقوش مزید گہرے ہو جاتے ہیں ۔

دوسرے باب میں مسیحیت کی بطالت ' مسیحی کتب مقدسہ ' مصلوبیت مسیح کی بطالت ' مصلوبیت مسیح کے تضادات ' انجیل برنباس اور مصلوبیت مسیح ' مرزا غلام احمد قادیانی بائبل کا ہمنوا جیسے قیمتی عنوانات پر سیر حاصل تبصرہ شامل ہے ۔ اس کے پڑھنے سے اسلام کی حقانیت و عظمت اور مسیحیت کی کمزوری اور اس کا بطلان واضح ہو جاتا ہے اور نگاہ میں دونوں کی اصلی تصویر آجاتی ہے ۔

اللہ تعالےٰ مؤلف کی اس محنت کو قبول فرمائے اور اس کا نفع عام و تام کرے اور عیسائی حضرات کی ہدایت کا ذریعہ بنائے اور مؤلف اور ناشر کو دارین کی سعادتیں عطا فرمائے ' آمین ۔ کتاب سفید کاغذ پر بہترین کتابت و طباعت کے ساتھ شائع کی گئی ہے اور ہر شخص کے مطالعہ کے لائق ہے

البتہ اس میں مصلوبیت مسیح کی تصویر اور دیگر چند تصاویر درج کی گئی ہیں جو کسی طرح بھی مناسب نہیں ہیں ۔ قرآن و حدیث کی واضح ہدایات کے باوجود اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے تصاویر کی مدد حاصل کرنا اور معذرت کرنا ، گناہ کی بدترین مثال ہے ۔ امید ہے کہ آئندہ ان تمام تصاویر کو کتاب سے خارج کر دیا جائے گا جن کے سبب اس اچھی کتاب کا حسن ظاہری و باطنی متاثر ہوا ہے ۔ (ا ۔ ا ۔ خ ۔ س)

با پردہ عورتوں کی فضیلت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت چھپا کر رکھنے کی چیز ہے اور بلاشبہ جب وہ اپنے گھر سے باہر نکلتی ہے تو اُسے شیطان تکنے لگتا ہے' اور یہ بات یقینی ہے کہ عورت اُس وقت سب سے زیادہ اللہ سے قریب ہوتی ہے جبکہ وہ اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے۔ (الترغیب والترھیب)

اِسلامُ نے عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے گھر کے اندر ہی رہیں اگر کسی مجبوری کی وجہ سے گھر سے نکلنا ہو تو خوب زیادہ پردے کا اہتمام کرے' خوشبو لگا کر نہ نکلے اور راستہ کے درمیان نہ چلے' نگاہیں نیچی رکھے' بن ٹھن کر نہ نکلے۔

ایک بندۂ خدا